تحفۂ قطبین

مصنفہ

مولانا اصغر حسین اصغر مصنف "نشاط روح" وغیرہ

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

قیمت ۱۰/

۱۹۳۰ء

باہتمام کالی۔ سکی۔ مترا پرنٹر و پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

فہرست مضامین

پہلا باب

تاؤجی

اسکول سے آنے کے بعد ماسٹر مدن پہلے تو کچھ ناشتہ کرتے۔ اسکے بعد اپنے ہوائے اسکاؤٹ دوستوں کے ساتھ تھوڑی سی ورزش کرتے جب تک شام ہو جاتی۔ شام کو ماسٹر صاحب تشریف لاتے آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک پڑھنا لکھنا ہوتا۔ اسکے بعد کھانا کھا کر فوراً پلنگ پر پہونچ جاتے۔

آپ جانئے جاڑوں کی رات پہاڑ ہوتی ہے۔ کاٹے نہیں کٹتی۔ اُن کے پلنگ کے قریب ہی اُن کے تاؤ (والد کے بڑے بھائی) کا پلنگ ہوتا۔ یہ تقاضا شروع کرتے کہ تاؤجی کچھ عجیب عجیب باتیں سُنائیے۔

تاؤجی کو لڑکوں کی تعلیم و تربیت کا خاص ملکہ ہے۔ آپکا خیال یہ ہے کہ علم و فن کا جو ذخیرہ ہمارے سامنے ہے وہ سب نتیجہ ہے حیرت و استعجاب کا۔ اسلئے علم و فن کی ترقی کے لئے جس قدر اس جذبے کو اُبھارا جائیگا اُتنے ہی مفید نتائج برآمد ہونگے۔

ماسٹر مدن میں قدرتی طور سے شوق دریافت اور حیرت و استعجا.

کا مادہ زیادہ ہے وہ اپنے "تاؤ" کے ساتھ بڑے شوق سے پنیری کے چھوٹے چھوٹے بیج بوتے اور جب اسکا پودا نکلتا اور اس میں رنگ برنگ کے پھول کھلنے لگتے تو یہ دیر تک بیٹھے ہوئے اسپر غور کیا کرتے۔

چاندنی راتوں میں جب جوہی کا چھوٹا سا نازک پھول کھلتا اور اسکی بھینی بھینی خوشبو سے تمام صحن مہکنے لگتا تو کبھی یہ چاند کی کرنوں پر بیٹھے سوچنے لگتے اور کبھی خوشبو کی ہلکی ہلکی لہروں پر۔
کبھی کبھی انکی توجہ اپنی بہن "سرلا" کی جانب مائل ہو جاتی۔ اسکا ڈیڑھ فٹ کا قد، بکھرے ہوئے بال، چھوٹی چھوٹی ہتھیلیاں، اسپر میٹھی میٹھی باتیں انہیں گھنٹوں حیرت و استعجاب میں غرق کر دیتیں۔

"تاؤجی" جب انہیں فرصت سے مل جاتے تو یہ بادلوں اور قوسِ قزح کی کیفیت، جنگلوں اور ملکوں کا حال، دنیا کے بڑے بڑے مشہور لوگوں کی سرگذشت اُن سے چھیڑ چھیڑ کر پوچھتے اور تاؤجی جب ایسی باتیں بیان کرتے تو یہ بہت ہی شوق اور حیرت کے عالم میں دیر تک اسے سنا کرتے۔

آج حسب معمول تاؤجی سے عجیب عجیب باتوں کا تقاضا شروع ہوا۔ "تاؤجی" کئی روز سے خطہ جات قطبین (Polar Regions) کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ آخر [illegible] قطبین [illegible] سلسلہ گفتگو [illegible]

قطب شمالی و قطب جنوبی

تاؤجی - زمین کے بارے میں تو تمھیں یہ معلوم ہی ہوگا کہ وہ نارنگی کی طرح گول ہے۔ تم نے کرۂ زمین کے نقشے میں یہ بھی دیکھا ہوگا کہ زمین کی سطح پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جنکو منطقے کہتے ہیں انہیں سے شمال اور جنوب کے آخری منطقوں کو منطقۂ شمالی اور منطقۂ جنوبی کہتے ہیں۔ یہاں نصف موسم گرما میں برابر دن رہتا ہے اور نصف موسم سرما میں برابر رات رہتی ہے۔ یہ قطب کے چاروں طرف کے ملک انتہا سے زیادہ سرد واقع ہوئے ہیں اور اسی لئے انھیں منطقۂ باردہ شمالی اور منطقۂ باردہ جنوبی کہتے ہیں۔ یہ مقامات اپنی انتہائی سردی اور برودت کے باعث سخت دشوار گزار ہیں۔ ہر طرف بڑے بڑے گلیشیر اور میلوں تک برابر برف کے بے برگ و گیاہ میدان نظر آتے ہیں۔

ماسٹر مدن - گلیشیر کیا چیز ہوتی ہے؟

تاؤجی - برف کے بڑے بڑے تودوں کو گلیشیر کہتے ہیں۔

ماسٹر مدن - اچھا ہاں آپ منطقۂ باردہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ وہ سخت دشوار گزار ہے۔

قطب شمالی کے مہمات کی ایک مختصر تاریخ

تاؤجی۔ ہاں! تو ان مقامات کے حالات دریافت کرنے کی
کوششیں مختلف اوقات میں ہوتی رہی ہیں۔ اس قسم کی تحقیق وتلاش
کے لئے بڑی ہمت و جوانمردی درکار ہے۔ اسلئے کہ دیدہ و دانستہ
برف کے بے پایاں سمندر میں خود کو فنا کر دینا کچھ آسان کام نہیں قطب
شمالی کی جانب پہلی مہم ہنری ہشتم (شاہ انگلستان) کے حکم سے ۱۵۱۷ء میں
روانہ ہوئی تھی۔ اُسکی غرض یہ تھی کہ امریکہ کی طرف سے ہندوستان کا
ایک شمالی مغربی راستہ دریافت کرے اسکے بعد سے اس قسم کا سفر
ایک دلچسپ مشغلہ بن گیا۔ چنانچہ فرابشر۔ ڈیوس اور ہڈسن وغیرہ نے
اس طرح کے راستوں کی تلاش میں نمایاں حصہ لیا۔ اسکے تقریباً دوصدی
کے بعد منطقۂ باردہ شمالی کی تفتیش وتلاش میں راس اور پیری وغیرہ ۱۸۱۸ء
کو روانہ ہوئے اور اُنکے بعد سر جان فرینکلن نے ۱۸۴۵ء میں اپنا سفر
شروع کیا۔ فرینکلن کے جہازات ڈیوس اسٹریٹ (Davis Street)
تک تو دکھائی دئے اسکے بعد سے پھر اُنکا پتہ نہ چلا۔ فرینکلن کی تلاش
میں متعدد انگریز اور امریکن سیاح ۱۸۵۱ء تک مختلف اوقات میں
برابر روانہ ہوتے رہے لیکن فرینکلن اور اسکے ساتھیوں کا پتہ نہ لگنا تھا نہ لگا۔

۱۸۵۰ء میں میک کلیور روانہ ہوا اور اس نے کم از کم وہ شمالی مغربی راستہ جس کی ایک مدت سے تلاش ہو رہی تھی دریافت کر لیا۔ اسکے بعد ۱۸۵۵ء تک برابر اس طرح کی مہمیں روانہ ہوتی رہیں ۱۸۵۳ء میں رائے اور اینڈرسن نے فرینکلن اور اسکے ساتھیوں کی تباہی و بربادی کا حال دریافت کیا اور آخر میک کلنٹاک نے ۱۸۵۷-۵۹ء میں وہ بقیہ شبہات بھی جو فرینکلن کے بارے میں تھے صاف کر دئے اور اس بات کو ثابت کر دیا کہ فرینکلن اور اسکے ساتھی ۱۸۴۷ء میں مر چکے تھے۔

اسکے بعد ڈاکٹر کین نے منطقہ بارد شمالی کے کچھ حالات ۱۸۵۳-۵۵ء میں دریافت کئے پھر ۱۸۶۴ء میں ڈاکٹر اسحٰق ہیز اور کپتان چارلس ہال نے کچھ حالات معلوم کئے اسی طرح بحر الکاہل میں سے شمالی مشرقی راستہ بھی دریافت کیا گیا۔ اسکے علاوہ مختلف اوقات میں اور بہت سے سواحل کا پتہ لگایا گیا۔

جدید تحقیقات

جدید تحقیقات کی اصلی غرض یہ تھی کہ جس حد تک ممکن ہو قطب کے قریب پہونچا جائے۔ چنانچہ جرمنی نے اپنی پہلی مہم کپتان کولڈیو نے کی سرکردگی میں ۱۸۶۸ء میں روانہ کی اور دوسری ۱۸۶۹ء میں پھر ۱۸۷۳ء میں

آسٹریا والوں نے اپنے آدمی روانہ کئے۔ ۱۸۷۵ء میں برطانیہ نے اپنی مہم کپتان نیرس کی سرکردگی میں روانہ کی۔ یہ گرین لینڈ کی مغربی سمت تک گئی اور اکتوبر ۱۸۷۶ء میں واپس آئی۔ اس مہم کی ایک جماعت ۸۳ ڈگری ۲۰ منٹ عرض البلد تک پہونچ گئی تھی۔ ریاستہا متحدہ امریکہ نے لفٹننٹ گریلی کے ماتحت ۱۸۸۱ء میں ایک مہم روانہ کی مگر اسے فاقے سے بہت سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔

اسکے بعد ڈاکٹر نینسن ۱۸۹۳ء میں روانہ ہوکر ۸۶ ڈگری ۱۴ منٹ کے عرض البلد تک پہونچ گیا اسکی یہ کامیابی گزشتہ تمام کامیابیوں سے سبقت لے گئی۔ کمانڈر پیری نے شمالی گرین لینڈ اور دیگر مقامات پر عظیم الشان کام کئے اور ۱۹۰۹ء میں اس نے قطب پر پہونچ جانے کا اعلان عام کر دیا۔ ایک امریکن شخص ڈاکٹر کک نامی نے بھی اسکے بعد اپنی اس کامیابی کا اظہار کیا کہ وہ ۱۹۰۸ء عیسوی ہی میں وہاں تک پہونچ گیا تھا۔

قطب شمالی کا سفر ہوائی جہاز سے

ماسٹر مدن۔ قطب پر پہونچنے کے لئے اگر ہوائی جہازوں سے سفر کیا جاتا تو بہت آسانی ہوتی۔

ناؤجی ۔ ۱۸۹۷ء میں جبکہ ہوائی جہازوں کا فن اپنی ابتدائی
حالت میں تھا۔ اس وقت ایس۔ اے۔ انڈری نے اسپٹز برجن سے
ایک غبارہ کے ذریعہ قطب کا سفر کیا اور ۱۹۱۰ء میں بھی اسی طرح کی
ایک ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جنگ عظیم کے زمانے سے ہوائی جہازوں
میں بہت بڑی ترقی ہوئی۔ اور قدیم زمانہ کے ناقابل اعتبار ہوائی جہازوں
کا رواج اٹھ گیا۔ چنانچہ ان ترقی یافتہ جہازوں کے ذریعہ گو سفر آسان
ہو گیا مگر سفر کی اصل غرض اس سے نہیں نکل سکتی۔ اس لئے کہ سفر
کی غرض تو یہ ہے کہ وہاں کے مقامات کا صحیح صحیح حال دریافت
کیا جائے لیکن ہوائی جہاز اسی تیز رفتار سواری پر بیٹھ کر ان باتوں کا
اچھی طرح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

ماسٹر بدن۔ تو کیا اسی خیال سے ابتک ان ترقی یافتہ
ہوائی جہازوں کے ذریعہ کسی نے سفر نہیں کیا؟

ناؤجی۔ نہیں تو ۱۹۲۵ء میں آر۔ امنڈسن نے ہوائی جہاز
کے ذریعہ قطب شمالی کا سفر کیا تھا لیکن اس سفر سے صرف اسقدر
معلوم ہوا کہ ہوائی جہاز کا وہاں چلانا بہت مشکل ہے۔ راستہ دشوار
گذار ہے اور ہوائی جہاز کے لئے تیل کا خرچ امید سے زیادہ ہے
اسی طرح اور دو ایک آدمیوں نے ہوائی جہاز سے سفر کیا۔ بلکہ بعض لوگ تو

قطب کو عبور بھی کر گئے۔ لیکن (جیسا میں نے پہلے کہا کہ) اس طرح کا سفر تحقیقات و تلاش کی اصل غرض کو پورا نہیں کرتا۔

ماسٹر مدن۔ اچھا! تو تاؤجی! قطب شمالی میں کیا کیا چیزیں پائی جاتی ہیں؟

تاؤجی۔ خاص قطب شمالی یا جنوبی پر تو برف کے سوا کوئی اور چیز موجود ہی نہیں ہے۔ البتہ جو چیزیں پائی جاتی ہیں وہ دائرہٗ شمالی یا جنوبی کے خطہٗ جات میں ہیں یعنی یہ کہ قطب کے قریب ترین خشک مقامات پر۔ لو میں تمھیں انکے حالات سناتا ہوں۔ سُنو۔
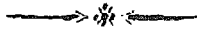
دوسرا باب

پیداوار

پھول اور گھاس

تاؤجی ۔خطۂ شمالی کے عجیب وغریب مناظر میں وہاں کی نباتاتی پیداوار ہے ۔صرف یہ کہنے سے کہ سیکڑوں قسم کے پھولوں کے پودے مختلف قسم کی گھاس اور بہت سی سوار اور کائی وہاں موجود ہے ۔خطۂ شمالی کے نباتات وروئیدگی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اصل یہ ہے کہ خطۂ شمالی میں یہ حالت نہیں ہے کہ عام طور پر ہر طرف نباتات اور سبزی پھیلی ہوئی ہو بلکہ صرف جابجا کچھ پودے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں، اُن مقامات پر جہاں گلیشیر یا او رکسی شکل میں برف کی کثرت نہو ایسے نخلستان موجود ہیں جنھیں سرسبز وشاداب گھاس اُگی ہوئی ہے اور طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ یہ پھول چونکہ اُسی طرف پیدا ہوتے ہیں اسلئے اُنکے ناموں سے اُنکی قسم اور اُنکی شکل کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً زرد ٹبرکپ سیکسی فریگ بہجنی گکو فلاور۔ نیلا پولمینیم۔ موسلینڈ سُرخ اُسی طرح کی اور چھوٹی بڑی گھاس اور مختلف پودے جنھیں فرن۔ ہارس ٹیل

وغیرہ کہتے ہیں موجود ہیں۔ سفید اور زرد پوستے کا پھول جسے لالہ
کہتے ہیں وہاں جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ شمالی گرین لینڈ میں کچھ
چراگاہیں اور تقریباً ۱۲۰ قسم کے پھولوں کے پودے موجود ہیں۔

درخت

ماسٹر مدن۔ اور وہاں بڑے بڑے درخت نہیں ہوتے؟
تاؤجی۔ درخت شاید ہی کوئی اِدھر اُدھر جم آتا ہو۔
ماسٹر مدن۔ اس کی کیا وجہ ہے؟
تاؤجی۔ وجہ یہ ہے کہ خطۂ شمالی میں برف کی کثرت کے علاوہ
ہوا بھی اس زور سے چلتی ہے کہ درختوں کا جمنا یا اُنکا قائم رہنا سخت
دشوار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پودے بھی زیادہ تر زمین سے ملے
ہوئے ہوتے ہیں اور نیچے ہی نیچے پھیلتے ہیں۔ مشرقی سائبیریا میں
جہاں ہوا نسبتاً کم تیز ہوتی ہے وہاں درختوں کی ایک خاصی قطار
موجود ہے۔ الاسکا اور گرین لینڈ کے جنوب مغرب میں کچھ معمولی
سے درخت ہیں۔ گرین لینڈ میں بید کے ۲۰ فٹ کے درختوں کو دیکھکر
معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے جنوب مغربی حصہ میں ہمیشہ ٹھیک
خطۂ شمالی کی آب ہوا نہیں ہے وکٹوریہ لینڈ میں بھی آٹھ آٹھ فٹ کے

اونچے پیڑ کے درخت موجود نہیں کینیڈا میں مجمع الجزائر اور گرین لینڈ میں بھی کافی چراگاہیں ہیں جن سے قطبی بیل گاؤ کے لئے خوراک کا سامان میسر آجاتا ہے۔ ان مقامات پر نیز دوسرے مقامات پر بھی بید کے درخت اور مختلف قسم کے پودے ہیں جنکی شاخیں اور پتیاں رین ڈیر کے کام آتی ہیں۔

اناج اور ترکاریاں

ماسٹر مدن۔ اور وہاں پھل اور اناج کا کیا حال ہے؟

تاؤجی۔ موسم اور آب و ہوا کی ناموافقت کے باعث گو زمین اچھی ہے مگر وہاں کسی قسم کا اناج پیدا نہیں ہوتا۔ جنوبی گرین لینڈ کے بعض مقامات پر کچھ ترکاری کی قسم سے چیزیں تو پیدا ہو جاتی ہیں مگر اناج مطلق نہیں ہوتا۔

ماسٹر مدن۔ ترکاریاں کون کون سی ہوتی ہیں؟

تاؤجی۔ کرم کلہ۔ شلجم۔ گاجر اور مولی کے علاوہ آلو بھی پیدا ہوتا ہے مگر بہت ہی چھوٹا چھوٹا ہوتا ہے اسکیمو لوگ زراعت کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے اسپٹز برجن میں ترکاریوں کی کاشت کی بہت کوشش کی گئی مگر بالکل ناکامی ہوئی۔

پھل

ماسٹر بدن۔ ترکاریوں کے علاوہ کیا پھل نہیں ہوتے؟

تاؤجی۔ جن ترکاریوں کا ذکر کیا گیا ہے انکے علاوہ پھل بھی ہوتے ہیں مگر بہت ہی معمولی قسم کے۔

ماسٹر بدن۔ پھل کس قسم کے ہوتے ہیں؟

تاؤجی۔ پھلوں میں جامن اور کروندے کی قسم کے کچھ پھل ہوتے ہیں جنھیں کروبیری (Crow berry) اور کرلیو بیری (Carlew berry) کہتے ہیں جنوبی گرین لینڈ میں یہ پھل اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ تمام زمین سیاہ ہو جاتی ہے۔ ڈینس لوگ اسکا مربہ بھی بناتے ہیں۔ اسکیمو لوگ اسمیں چربی ملاکر بڑے ذوق شوق سے کھاتے ہیں۔

ماسٹر بدن۔ اور کس قسم کا پھل ہوتا ہے؟

تاؤجی۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ جامن اور کروندے کی شکل کے پھل ہوتے ہیں کروبیری اور کرلیو بیری کے علاوہ بھی اسی قسم کے اور پھل ہوتے ہیں۔ انکے نام یہ ہیں:۔ بلیو بلیک بلے بیری۔ بل بیری۔ اور بوگ وہرٹل بیری لیکن یہ پھل کم پیدا ہوتے ہیں اور اسکیمو لوگ اسے پسند ہی نہیں کرتے۔ کاؤ بیری بھی بہت کم ہے۔ کلاوڈ بیری گرین لینڈ

اور اسپٹزبرجن میں پکنے نہیں پاتی۔ آرکٹک کناڈا میں اسکیمو لوگ اسکو کھاتے ہیں ان پھلوں کے علاوہ بعض گھاسیں بھی ایسی ہوتی ہیں جنھیں وہاں کے اسکیمو لوگ مختلف طریقوں سے کھاتے ہیں؟

ماسٹر مدن۔ گھاس کس طرح کھاتے ہیں۔ اور وہ کس طرح کی گھاس ہوتی ہے؟

تاؤجی۔ ایک گھاس ہے جسکا نام اسکروی گراس (Scurvy grass) ہے۔ سلاد بھی ہوتی ہے۔ انکے علاوہ بید کی کچی پتیاں غرضکہ ان سب کو اُبالے ہوئے گوشت میں ملا کر کھاتے ہیں قطبی بیل گاؤ اور رین ڈیر وغیرہ کے گوشت میں سوا ر ملا کر بھی کھاتے ہیں۔ انکے علاوہ بعض پھولوں اور درختوں کی کونپلیں وغیرہ بھی کچھ کچی کچھ اُبال کر اور کچھ گوشت میں ملا کر کھاتے ہیں۔

ایندھن

ماسٹر مدن۔ لیکن اُبالنے کے لئے لکڑی کہاں سے آتی ہے۔ درخت تو وہاں مشکل ہی سے کوئی دکھائی دیتا ہے۔

تاؤجی۔ گرین لینڈ میں بید کے درختوں اور کرویری وغیرہ کی جھاڑیوں کو جلانے کے کام میں لاتے ہیں خطۂ شمالی میں پیٹ (Peat) نامے درخت کی کچھ تھوڑی سی لکڑیاں ملجاتی ہیں جنھیں جلانے اور مکان بنانے کے کام میں لاتے ہیں۔

منطقہ شمالی کی حیوانی زندگی

ماسٹر مدن۔ خطۂ شمالی میں جب پھول پھل کی یہ کمی ہے تو
وہاں حیوانات بھی بہت کم ہونگے؟

تاؤجی۔ نہیں ایسا تو نہیں ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود
نباتات کی کمی اور آب و ہوا کی ناموافقت کے وہاں تعداد اور اقسام
دونوں کے لحاظ سے جانور بکثرت ہیں۔ سوا چند خاص خاص حصّوں
کے جہاں آثار حیات بالکل ہی معدوم ہیں منطقہ شمالی میں بالعموم
جانوروں کی کافی تعداد موجود ہے۔ خشکی کے جانوروں میں سب سے
زیادہ قابل لحاظ قطبی نیل گاؤ (Musk) ہے۔

قطبی نیل گاؤ

ماسٹر مدن۔ قطبی نیل گاؤ کیا کھاتا ہے اور کیسا ہوتا ہے؟

تاؤجی۔ قطبی نیل گاؤ عام طور پر گھاس یا بید کی پتی کھاتا ہے
اور کبھی کبھی سوار۔ کائی اور ایک قسم کے بانس کی پتی بھی کھا لیتا ہے۔
یہ امریکہ کے منطقہ شمالی کی جانب زیادہ پایا جاتا ہے اور وہاں اسکے
بڑے بڑے جھنڈ ہیں۔ یہ منطقہ شمالی کے مجمع الجزائر اسپٹس لینڈ کے

شمال مغربی اور مشرقی حصے میں بھی پایا جاتا ہے۔ گرین لینڈ کے شمال بعید یا اسکے مغرب اور جنوب مغرب میں مطلقاً نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح یورپ اور ایشیا کے شمالی جزائر میں بھی نہیں ہوتا۔ کسی زمانے میں اُنکی بہت کثرت تھی لیکن چونکہ اُنکا شکار بھی بہت کیا جاتا ہے اسلئے اب اُنکی اتنی کثرت نہیں رہی۔ یہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں اسلئے اُنکا شکار بھی بہت آسانی سے اور معمولی ہتھیاروں سے ہو سکتا ہے۔ یہ موسم سرما میں جنوب کی طرف بھی نہیں آتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قطبی نیل گاؤ جس جزیرہ میں پیدا ہوتا ہے اُس سے باہر نہیں جاتا۔ آدمیوں کے علاوہ اُسکا خاص دشمن بھیڑیا ہے۔ یہ بھیڑیئے سے اپنے تیز اور نوکیلے سینگوں سے خوب لڑتا ہے۔

ماسٹر مدن۔ قطبی نیل گاؤ کیا ہمارے یہاں کے بیلوں کی طرح پالا بھی جاتا ہے یا بالکل ایک جنگلی جانور ہے؟

تاؤجی۔ کہا تو یہ بھی جاتا ہے کہ اسے پال بھی سکتے ہیں انکا گوشت کھایا جاتا ہے اور اُون کام میں لائی جاسکتی ہے اسکا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور اس سے سال میں پانچ سے سات بلکہ ساڑھے سات سیر تک اُون بھی نکالی جاسکتی ہے۔

ماسٹر مدن۔ کیا اس نیل گاؤ کے اُون بھی ہوتی ہے؟ اور اُس سے اسی طرح اُون نکالتے ہیں جیسے ہمارے یہاں بھیڑوں سے؟

تاؤجی۔ ہاں لیکن قطبی نیل گاؤ کی اُون تراش لینے سے یہ اندیشہ رہتا ہے کہ وہ سخت سردی یا مچھروں کا شکار نہ ہو جائے۔

رینڈیر

ماسٹر مدن۔ مَیں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ خطۂ شمالی میں ایک جانور رینڈیر نامے ہوتا ہے کچھ اُسکا حال تو سنایئے۔

تاؤجی۔ مَیں تو ابھی خود ہی بیان کرنے والا تھا۔ رینڈیر اور مختلف قسم کے رینڈیر تمام خطۂ شمالی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اُنکی ۹ قسمیں تو گرین لینڈ ہی میں موجود ہیں۔ پھر اُن ۹ قسموں کی اور بہت سی چھوٹی چھوٹی قسمیں ہوتی ہیں۔ جو امریکہ اور یورپ و ایشیا کے منطقۂ شمالی میں ہیں۔ رینڈیر کچھ ایسے قسم کا جانور ہے کہ مقام کی خفیف تبدیلی کے ساتھ ہی اُسکی قسم اور نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ بعضوں کی رائے تو یہ ہے کہ اسپٹسبرجن کا رینڈیر بھی اپنی ایک مخصوص قسم رکھتا ہے۔ اب تو کناڈا اور الاسکا میں رینڈیر کے پالنے کا بھی رواج ہو رہا ہے۔

رینڈیر کی خاص خوراک موسم گرما میں بید کی پتیاں اور اُسکے ڈنٹھل ہیں۔ جاڑوں میں وہ کائی کھاتا ہے۔ اور کبھی کبھی سوار بھی کھا لیتا ہے۔

موسم سرما میں اگر ممکن ہوا تو وہ جنوب کی طرف چلا آتا ہے لیکن
اسپٹسبرجن اور گرین لینڈ وغیرہ شمال بعید کے مقامات میں بھی اُسکی
خوراک اُسے مل جاتی ہے اسلئے پورا سال وہیں بسر کرلیتا ہے۔
وہ اپنے چوڑے چوڑے کھروں سے چار چار فٹ برف کھود کر
اُسکے نیچے کے پودے اور نباتات نکال لیتا ہے۔ اسکیمو لوگوں کو
چونکہ زمانۂ حال کی بندوقیں بھی اب مل گئی ہیں اسلئے رینڈیر روز
بروز کم ہوتے جارہے ہیں۔

ماسٹر بدن۔ اسکیمو لوگ رینڈیر کا شکار کرکے اسکا گوشت
کھاتے ہونگے؟

تاؤجی۔ ہاں اسکا گوشت کھاتے ہیں، اسکا چمڑا کپڑا اور خیمہ
بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ ہڈیوں اور نسوں کو بھی مختلف ضرورتوں
میں کام میں لاتے ہیں۔ گرین لینڈ والے لوگ سال میں دو تین
مہینے اسکا شکار کھیلتے ہیں۔ سائبیریا اور الاسکا میں تو میں کہہ چکا
ہوں کہ یہ پالے جاتے ہیں لیکن اسکیمو لوگوں نے رینڈیر کے
پالنے کی ابھی تک کوشش نہیں کی۔

منطقہ شمالی کا سفید خرگوش

جڑی بوٹی کھانے والے چھوٹے جانوروں میں جو اکثر اپنی روئیں دار کھال کے لئے مشہور ہیں ان میں منطقہ شمالی کا سفید خرگوش خاص شہرت رکھتا ہے۔ یہ بھی زیادہ تر پتیاں کھاتا ہے۔ جہاں جہاں نباتات کی کثرت ہوتی ہے یہ جھنڈ کے جھنڈ دکھائی دیتے ہیں جاڑوں میں یہ بھی کہیں نہیں جاتے بھیڑیا اسکا خاص دشمن ہے۔ اسی طرح کا ایک اور چھوٹا سا زمین کھود کر رہنے والا جانور ہوتا ہے جو خرگوش سے بھی زیادہ ڈرپوک ہوتا ہے اور یہ بہ استثنا ذا اسپٹنبر برجن کے تمام منطقہ شمالی میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

بھیڑیا

ماسٹر مدن۔ بھیڑیا؟ بھیڑیا بھی وہاں ہوتا ہے۔

تاؤجی۔ ہاں ہاں بھیڑیا بھی ہوتا ہے اور بکثرت ہوتا ہے۔ اکثر انکے غول کے غول ہوتے ہیں۔ بالکل انکی شکل کا گرین لینڈ کا مشہور کتا بھی ہوتا ہے۔ بلکہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ کتا اسی بھیڑیئے کی نسل سے ہے۔ بھیڑیا عام طور پر خرگوش اور لومڑی کے شکار پر

بسر کرتا ہے بلکہ سیل اور کبھی کبھی رینڈیر اور قطبی بیل گاؤ کو بھی مار کر کھا لیتا ہے۔

لومڑی

قطب شمالی میں دو قسم کی لومڑیاں ہوتی ہیں۔ ایک تو سفید روئیں کی دوسری نیلے روئیں کی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ خشکی کا جانور ہے اور بعضوں کی رائے یہ ہے کہ یہ دریائی ہے۔ سفید روئیں والی لومڑی جاڑوں میں تو بالکل سفید رنگ کی ہوتی ہے اور گرمیوں میں سفیدی مائل بجوری ہو جاتی ہے۔ جس وقت ریچھ کسی سیل کا شکار کرتا ہے تو یہ ہوشیاری سے ادھر ادھر لگی رہتی ہے اور جب وہ کھا پی کر چلا جاتا ہے تو یہ اس بقیہ گوشت میں پہونچ کر اپنا حصہ لگاتی ہے۔ لوگ اس کی روئیں دار کھال کے لئے اُسکا شکار کرتے ہیں۔ پچاس برس اُدھر ۳۰۰۰ نیلے رنگ کی اور ۱۰۰۰ سفید رنگ کی لومڑیاں اسی غرض سے شکار کی گئیں۔ اسکے بعد تو اور بھی بہت سی لومڑیوں کا شکار کیا گیا۔ اسپٹز برجن میں جہاں بیس برس قبل لومڑیوں کا ایک طوفان اٹھا کرتا تھا اب وہاں ایک بھی لومڑی موجود نہیں ہے۔ سنا جاتا ہے کہ اب قانوناً وہاں اسکا شکار روک دیا گیا ہے۔ اور اگر واقعی اسی طرح اُنکی حفاظت کی گئی تو

بعید نہیں کہ اُنکی نسل دوبارہ پھر وہاں پھیل سکے۔

منطقہ شمالی کا سفید ریچھ

منطقہ شمالی کے تمام جانوروں میں جو خصوصیت سفید ریچھ کو حاصل ہے وہ کسی اور جانور کو نہیں گو وہ ہوا میں سانس لیتا ہے لیکن ہے وہ سمندر ہی کا جانور۔ اور برف کے سمندر سے زیادہ دوری پر شاید ہی کبھی دیکھا گیا ہو۔ کبھی کبھی وہ ناروے اور جاپان کے شمال میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بہت ہی طاقتور جانور ہے اور بعض اوقات تیرتے ہوئے برف سے گذر کر نیو فاؤنڈ لینڈ کے ساحل تک آجاتا ہے وہ بحر شمالی میں ہوتا ہے مگر عموماً بالکل کنارے پر بھی آجاتا ہے جہاں چھوٹی چھوٹی سیل، جو اس کی مرغوب ترین غذا ہیں، بکثرت ہوتی ہیں۔ وہ سفید وھیل۔ سامن اور چڑیوں کا بھی شکار کرلیتا ہے لیکن وہ صرف دریائی گھوڑے کو چھوڑ دیتا ہے اگرچہ اسکیمو لوگ اِن دونوں کے بھی لڑائی کے قصّے بیان کیا کرتے ہیں بہر حال ریچھ ایک ایسا جانور ہے کہ جو کچھ پائے سب کھا لیتا ہے۔ یہ نہایت وزنی اور بھیم شحیم جانور ہے۔ اُسکا وزن ساڑھے پانچ من تک کا ہوتا ہے۔ اور یہ بہت طاقتور ہوتا ہے۔

اسکا خاص ہتھیار اسکے اگلے پنجے ہیں ۔ یہ نہایت ہوشیاری سے اپنے شکار کی تلاش میں نکلتا ہے اور باوجود اسقدر وزنی ہونے کے برف کی بہتی ہوئی چٹان پر نہایت آہستہ اور بے آواز چاپ سے چلتا ہے ۔ ریچھ کبھی کبھی آدمیوں پر بھی حملہ کرتا ہے مگر دراصل وہ ہوتا بہت بزدل ہے اور اکثر تو بلا بندوق کے خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلتا ہے ان مقامات پر جہاں اسکا شکار کیا جاتا ہے وہ آدمیوں سے بہت بچکر نکلتا ہے ۔ بھوکا ریچھ البتہ بہت خوفناک ہوتا ہے ۔ ریچھ کی مادہ اپنے بچوں کو بچانے کے لئے بھی جان پر کھیل جاتی ہے نر اور مادہ موسم بہار میں ایک ساتھ دکھائی دیتے ہیں مگر بچے سال بھر بلکہ سال بھر سے بھی زیادہ دنوں تک اپنی ماؤں کے ساتھ رہتے ہیں ۔ وہ موسم سرما میں بھی ایک جگہ جم کر قیام نہیں کرتے بلکہ برابر ادھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں ۔ طوفان یا ابر و باد میں یہ برف کے بڑے بڑے تودوں اور چٹانوں میں سوراخ کر کے پناہ لیتے ہیں ۔ اور مادہ تو چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر ہمیشہ غاروں یا برف کے ماندوں میں رہا کرتی ہے ۔

ماسٹر مدن ۔ تو کیا یہ ریچھ بہت زیادہ ہیں ؟

تاؤجی ۔ ہوتے تو بہت مگر اسکیمو لوگ اور یورپ و امریکہ کے

لوگ جا جا کر اُسکا شکار کرنے لگے اس لئے اب اُنکی تعداد بہت کم ہو گئی ہے۔ اسپٹز برجن اور مغربی گرین لینڈ میں تو اب یہ بالکل ہی نہیں ہیں مختلف خطہ جات شمالی سے سیکڑوں کی تعداد میں ریچھ کی کھالیں شمالی ناروے میں آتی ہیں۔

سیل

ماسٹر مدن۔ سُنتے ہیں سیل کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔

تاؤجی۔ ڈاکٹر رانسن نے اُنکی تین قسمیں بتلائی ہیں بعضوں کی رائے یہ ہے کہ بحری گھوڑا اور بحری شیر بھی سیل ہی کی ایک قسم ہے تم مختصراً یہ سمجھ لو کہ مقامات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ سیل کی ہیئت میں بھی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں اور اس طرح خفیف خفیف فرق کے باعث اُنکی قسمیں بھی بہت سی ہو گئی ہیں۔ مارچ میں اُنکی پیداوار شروع ہوتی ہے سینٹ لارنس کی خلیج کے برفانی پانی میں ہزاروں کی تعداد میں اُنکا شکار ہوتا ہے۔ نیو فاؤنڈ لینڈ کے شمال مشرق میں ایک ایک کشتی میں دو دو ہزار کی تعداد شکار کرکے لائی جاتی ہے۔ گرین لینڈ کے ساحل پر اسکیمو لوگ اکثر یہ۔ لوھیرا ورڈمی بھی اُنکا شکار کرتے ہیں۔

ماسٹر مدن۔ سیل کو شکار کرکے کیا اُسکا گوشت کھاتے ہیں؟
تاڈجی۔ اُسکا گوشت کھاتے ہیں اور اُسکی چربی جلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اُسکی کھال کا لباس بناتے ہیں اسکے علاوہ اور بہت سے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔

بحری گھوڑا اور بحری شیر

بحری گھوڑے کو یورپ والے بہت پہلے سے جانتے تھے قطع نظر جسیم ہونے کے یہ ہاتھی کے اینٹ دو نکلے ہوئے دانتوں کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ یہ دانت اسکے اوپر کے جبڑوں میں ہوتے ہیں اور تقریباً دو فٹ منہ سے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ اسکے برف کے کھودنے اور خول دار سیپیوں کا خول توڑنے میں بہت مدد دیتے ہیں۔ پانی میں یہ بہت تیز اور پھرتیلا رہتا ہے لیکن خشکی میں پہونچکر یہ بہت سست ہوجاتا اور اسکی رفتار بھی بہت دھیمی ہوجاتی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں انکا جھنڈ ساحل پر نظر آتا ہے اور شکاریوں کے لئے سامان تفریح بن جاتا ہے۔ یہ بہت گہرے سمندر کا جانور نہیں ہے بلکہ قریبی سواحل ہی پر بود و باش رکھتا ہے۔ یہ بالعموم تمام دائرہ شمالی

میں پایا جاتا ہے مگر اسکی تعداد بھی شکاریوں کی وجہ سے روز بروز
کم ہوتی جارہی ہے گرین لینڈ میں تو اب یہ بالکل دکھلائی ہی
نہیں دیتا البتہ انتہائی شمال میں پایا جاتا ہے۔ دریائی گھوڑا اپنے
اگلے دانتوں اور سخت چمڑے کے باعث قیمتی سمجھا جاتا ہے۔
اسکا گوشت بھی مثل سیل کے گوشت کے کھانے میں اچھا ہوتا ہے۔
اسی طرح کا بحری شیر بھی ہوتا ہے۔ وہ بہت خوفناک جانور ہے
اسکے دانت بھی منہ سے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔

وھیل

وھیل کی بابت تو تم جانتے ہی ہو گے کہ وہ مچھلی کی ایک
ایسی قسم ہے جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی
ہوتی ہے اسکا تیل جلانے کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے اسکی
چربی سے صابن بھی بناتے ہیں۔ ناروے۔ ہالینڈ۔ جرمنی
اور اسکاٹ لینڈ سے لوگ گرین لینڈ کی طرف صرف وھیل کے
شکار کے لئے جایا کرتے ہیں۔ وھیل کی ہڈیاں بھی تجارت کی
غرض سے حاصل کی جاتی ہیں۔ وھیل کی بہت سی قسمیں ہیں
انھیں میں ایک قسم سفید وھیل کی بھی ہے۔ یہ قسم تمام دائرہ شمالی

میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ساحل کے قریب ہی اکثر مل جاتی ہے۔ شکاری نہایت آسانی سے جال لگاکر اُسے پکڑ لیتے ہیں۔ خصوصاً اسوقت جب اُسے کسی خلیج میں جاتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ اس قسم کی وہیل اسپٹنر برجن میں دو ہزار کی تعداد میں گرفتار کی گئی تھی۔

ماسٹر مدن۔ آپ نے کہا تھا کہ بحری گھوڑے کے دو دانت ہاتھی کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا وہیل کے بھی دانت ہوتے ہیں؟

تاؤجی۔ ہاں وہیل کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس کے اُسی طرح مُنہ سے باہر نکلے ہوئے دانت ہوتے ہیں۔ مگر یہ اکثر بہت دور اور گہرے پانی میں ہوتی ہے۔ سواحل کے قریب شاذونادر ہی کبھی دکھلائی دیتی ہے۔ اب یہ روز بروز بہت کمیاب ہوتی جارہی ہے۔ کسی زمانے میں اس کے یہ دانت دوا کے کام میں لائے جاتے تھے۔ چین میں اس کی بڑی شہرت ہے۔ اسکا تیل بہت کارآمد ہوتا ہے۔ اور اسکا بھی گوشت بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے۔

ماتھ

ایک اور جانور کا حال سنو۔ یہ نہایت ہی عجیب و غریب ہوتا ہے۔ اُسکی شکل وصورت ہاتھی سے بہت مشابہ ہوتی ہے۔ اسکے دانت بھی ہاتھی کے دانت کی طرح مُنہ سے باہر نکلے ہوتے ہیں۔ اسے ماتھ کہتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ سائبیریا۔ یورپ اور شمالی امریکہ کے شمال میں بکثرت پائے جاتے تھے مگر ایک مدت سے یہ دکھائی نہیں دیتے اب صرف اُنکا نام ہی نام مشہور ہے۔ بعض بڑے بڑے کھوہ میں یا منجمد برف اور مٹی میں اسکے دانت کہیں کہیں لوگوں کو ملجاتے ہیں۔ نیو سائبیریا کے جزیروں میں یہ دانت زیادہ ملتے ہیں۔ گرمیوں کے زمانے میں یہ لوگ اُسکی تلاش کو نکلتے ہیں۔ یہ دانت بہت ہی خراب اور بُری حالت میں ملتے ہیں تاہم وہ سب جمع کر لئے جاتے ہیں اور اُنھیں چین اور روس کے کارخانوں میں بھیجدیا جاتا ہے۔ جہاں اُنکی کنگھیاں۔ پائپ اور پیالے وغیرہ بنائے جاتے ہیں ۱۹۱۳ء میں کہا جاتا ہے کہ ماتھ کے اس قسم کے دانت قریب ساڑھے پانچ سو من کے نیو سائبیرین جزیروں سے لائے گئے۔

تیسرا باب

دائرۂ شمالی کی چڑیاں

ماسٹر مدن۔ اچھا۔ اور قطب شمالی کی طرف کیا چڑیاں بھی ہوتی ہیں؟

تاؤجی۔ ہاں ہاں۔ دائرہ قطب شمالی میں بے شمار قسم کی چڑیاں ہیں۔ اُن کی تمام قسمیں بلکہ تھوڑی سی قسمیں بھی بتانا سخت دشوار ہے۔ خشکی کی چڑیاں تو خیر زیادہ نہیں ہیں۔ کچھ تھوڑی سی قسمیں شمالی خشک مقامات پر پائی جاتی ہیں لیکن ایک چڑیا جو بہت کثرت سے پائی جاتی ہے اسے ٹارمیگن (Ptormigan) کہتے ہیں۔

برف کا اُلّو

وہاں اُلّو چڑیاں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔

ماسٹر مدن۔ کیا ایسے ہی اُلّو جیسے کبھی کبھی ہمارے باغوں میں دکھائی دیتے ہیں؟

تاؤجی۔ ہوتے تو وہ قریب قریب ایسے ہی ہیں مگر انھیں برف کا اُلو کہتے ہیں۔

ماسٹر مدن۔ یہ اُلو وہاں کھاتے کیا ہیں؟

تاؤجی۔ خرگوش کے ایسے چھوٹے چھوٹے جانور جو اکثر زمین کھود کر رہتے ہیں۔ برف کا اُلو اُنکا شکار کرتا ہے اور اُنھیں کے گوشت پر بسر کرتا ہے۔

اسکے علاوہ دائرہ قطب شمالی میں وہ چڑیاں بھی ہیں جو ایک خاص موسم تک وہاں رہتی ہیں۔ اس کے بعد پھر اپنے اپنے مقام پر چلی جاتی ہیں۔ خوش آواز اور چہچہاتی ہوئی چڑیوں کی بھی ایک خاصی تعداد موجود ہے۔ انھیں کے ساتھ اور چھوٹی بڑی رنگ برنگ کی چڑیاں ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:
سینڈپائپر۔ ناٹ ٹرن اسٹون۔ سینڈرلنگ۔ رڈپول وغیرہ وغیرہ پھر اور بے شمار طرح طرح کی بحری چڑیاں بھی ہیں جو بہتے ہوئے برف کے تودوں اور سواحل کے قریب اپنے گھونسلے بناتی ہیں۔ شمال بعید میں بھی اور انواع و اقسام کی چڑیاں ہیں جنھیں لومس پفنس۔ گل۔ کائٹ ویکس وغیرہ کہتے ہیں انھیں میں راج ہنس اور بطخیں بھی ہیں بطخوں کا شکار بھی کیا جاتا ہے

اُنکے انڈے اسپٹنر برجن اور گرین لینڈ میں بکثرت جمع کرکے فروخت کئے جاتے ہیں۔

مچھلیاں

اچھا اب مچھلیوں کا حال سنو۔ اسکیمو لوگ تو مچھلیوں کے شائق ہوتے ہی ہیں۔ یہ جن مچھلیوں کو خصوصیت کے ساتھ پسند کرتے ہیں وہ کاڈ۔ ہیلی بٹ اور کیپ لن ہیں۔ یہ سمندر کی مچھلیاں ہیں اور سامن مچھلی چشمے اور دریاؤں میں پائی جاتی ہے۔ قطبی شارک یا گرین لینڈ کی شارک ۱۰ فٹ سے لیکر ۱۸ فٹ تک کی ہوتی ہے لیکن یہ آدمیوں پر حملہ نہیں کرتی۔ یہ بہت آہستہ آہستہ تیرتی ہے۔ اُسکا تیل بھی نکالا جاتا ہے۔ ایک طرح کی سامن مچھلی سپٹنر برجن۔ گرین لینڈ اور دیگر جزائر قطب شمالی کے چشموں اور دریاؤں میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اسے وہیں کے لوگ شکار کرکے کھا لیتے ہیں۔ وہ اِس کثرت سے دستیاب نہیں ہوتی کہ کسی طرح تجارتی فائدہ اُٹھایا جاسکے۔

چھوٹے چھوٹے جانور

خطۂ شمالی میں سچ تو یہ ہے کہ قریب قریب ہر قسم کے جانور موجود ہیں وہاں چھوٹی چھوٹی تتلیاں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ رنگ برنگ کے کاغذ کے پرزے ادھر اُدھر ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ چھوٹی بڑی مکھیاں طرح طرح کی مکڑیاں اور چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے غرضکہ سبھی قسم کے جانور وہاں موجود ہیں۔ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں میں ٹکلی اور مچھر ہیں جو خطۂ شمالی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مچھر رینڈیر اور آدمیو کو بہت کاٹتے ہیں مغربی گرین لینڈ کے بعض مقامات پر تو اُنکی کثرت ناقابل برداشت حد تک پہونچ گئی ہے۔ لیکن یہ خیریت ہے کہ اُن مچھروں میں کسی قسم کا زہر نہیں ہوتا۔ اُنکا کاٹنا البتہ تکلیف دہ ہوتا ہے مگر اس سے کسی طرح کی بیماری نہیں پھیلتی۔

اسکیمو

ماسٹر ہدن۔ تو کیا خطۂ شمالی میں آدمیوں کی آبادی بالکل نہیں ہے؟

تاؤجی - خطۂ شمالی میں جو آدمی آباد ہیں اُنھیں اسکیمو کہتے ہیں۔ یہ لوگ شمالی امریکہ میں گرین لینڈ اور لیبراڈور (Labrodor) کے مغربی سواحل پر آباد ہیں۔ کچھ اسکیمو گرین لینڈ کے مشرق میں بھی ہیں۔ اسکیمو کی کل آبادی تینتیس ۳۳ ہزار سے زیادہ نہیں بتائی جاتی ان میں سے ۰۰ ۴۵ اگرین لینڈ میں آباد ہیں سائبیریا میں ۱۶۰۰ اور لیبراڈور میں ۱۰۰۰ اُنکی آبادی بتائی جاتی ہے۔

خوراک

ایشیا اور یورپ کے خطۂ شمالی میں اسکیمو بالکل نہیں ہیں اُنکی خوراک زیادہ تر شکار کے گوشت پر منحصر ہے۔ دھات اور لکڑی نہ ہونے کے باعث وہ ہڈیوں کے ہتھیار بناتے ہیں اور چمڑے کو نسوں سے سی کر کشتیوں پر منڈھ لیتے ہیں۔ انھیں کشتیوں پر بیٹھکر وہ شکار کھیلتے ہیں۔ شکار کا گوشت جو کچھ کھانے سے بچ جاتا ہے اُسے یہ لوگ برف میں دبا رکھتے ہیں اور جاڑے کے موسم میں اُسے نکال کر کھاتے ہیں۔ یہ ایک وقت میں دو دو سیر کچا گوشت کھا جاتے ہیں۔ کچا گوشت ہی کھانے کی وجہ سے انھیں اسکیمو کہا جاتا ہے۔ اسکیمو کے لفظی معنی ہی "کچا گوشت کھانے

والے" کے ہیں۔ رینڈیر اور قطبی نیل گاؤ کے گوشت کو یہ بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

پوشش

خطۂ شمالی میں بھلا سوت اور ریشم کہاں ؟! اسلئے یہ جانوروں کے چمڑوں اور چڑیوں کے پروں کو آپس میں سی کر اپنے پہننے کا سامان کرتے ہیں۔ سینے کے لئے یہ انتظام ہے کہ رینڈیر کے پٹھوں میں سے تار نکالتے ہیں اور ہڈیوں کی سوئیاں بناتے ہیں۔لباس عورتوں اور مردوں کا قریب قریب یکساں ہوتا ہے۔ عورتوں کے لباس میں ایک خاص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ سر اور گردن پر ایک قسم کا تھیلا سا سی کر پہن لیتی ہیں۔ ان تھیلوں میں وہ اپنے بچوں کو رکھتی ہیں۔ اسکیمو مرد اور عورت دونوں پاجامہ پہنتے ہیں عورتوں اور لڑکیوں کے پاجامے میں اتنا تکلف اور کیا جاتا ہے کہ اس میں جا بجا پر بھی لگا دیتے ہیں۔

بود و باش

رینڈیر اور قطبی نیل گاؤ وغیرہ کے علاوہ موسم بہار میں بطخوں اور

راج ہنسوں کے شکار کا موقع چونکہ زیادہ تر سواحل ہی پر ہوتا ہے
اسلئے اسکیمو لوگ بھی زیادہ تر اپنی بود و باش سواحل پر رکھتے ہیں۔
موسم گرما میں تو یہ لوگ چمڑوں کے خیمے بنا کر رہتے ہیں۔ مگر جاڑوں
کے موسم میں یہ برف کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنا لیتے ہیں۔
یہ جھونپڑیاں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ نہ ان میں کھڑے ہونے
کی کافی جگہ ہوتی ہے اور نہ لیٹنے کی۔ یہ جھونپڑیاں چاروں طرف
سے برف کی بڑی بڑی سلوں سے بند ہوتی ہیں۔ آنے جانیکا
راستہ ایک بل کی طرح کا ہوتا ہے۔ موسم سرما میں یہ لوگ انھیں
مکانوں میں بسر کر دیتے ہیں۔ ہاں انکے لڑکوں اور بچوں کا
تو حال سنو۔

اسکیمو بچے

خطۂ شمالی میں چونکہ ہر طرف برف ہی برف ہوتی ہے
اسلئے وہاں کی سردی کا کیا پوچھنا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں نہانے
دھونے کا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ چھوٹے بچے تو بالکل ہی
نہلائے نہیں جاتے۔ بچّوں کے رکھنے کے لئے ایک گھونسلا سا بنایا
جاتا ہے۔ اس گھونسلے میں چڑیوں کے پر بچھا دئے جاتے ہیں۔

اسکیمو بچّے کی ماں جب بچے کو اُس گھونسلے سے باہر نکالتی ہے تو بلّی کی طرح پہلے اُسے زبان سے چاٹتی ہے تاکہ اُس کے بدن کا میل کچیل صاف ہو جائے اُس کے بعد دودھ پلاکر اُسے بڑی احتیاط سے پھر اُسی گھونسلے میں رکھ دیتی ہے۔ یہ تو بچّوں کا حال تھا اب لڑکوں کا حال سنو۔ اسکیمو لڑکے بہت ہی نڈر ہوتے ہیں۔ کتّوں سے تو خیر وہ کھیلتے ہی ہیں۔ سفید ریچھ (جو خطۂ شمالی میں بکثرت ہیں اور جنکا ذکر تم سے کیا جا چکا ہے) بھی اسکیمو لڑکوں کا بڑا دوست ہوتا ہے۔ یہ لڑکے اِن ریچھوں سے اُسی بے خوفی سے کھیلا کرتے ہیں جس طرح تم لوگ کتّے بلّیوں کے ساتھ کھیلتے ہو۔ اسکیمو لوگوں کا رنگ بھورا ہوتا ہے اور جب اُن کے چہرے صاف ہوں تو اُس پر کچھ کچھ سُرخی کی بھی جھلک معلوم ہوتی ہے۔

روشنی کا سامان

تم یہاں بڑے بڑے لمپ اور بجلی کی روشنی سے اپنے مکانوں کو روشن اور منور کرتے ہو اب اسکیمو لوگوں کے یہاں کی بھی روشنی کا حال سنو۔ اِن بیچاروں کو دیا سلائی کا بکس

کہاں نصیب - یہ ایک لکڑی کے ٹکڑے کو رگڑ کر اُس سے آگ پیدا کرتے ہیں - پھر اُسی آگ کے شعلے سے اپنے چراغ جلا لیتے ہیں - پتھر کی لمبی لمبی تشتریوں میں سیل کی چربی بھر کر یہ چراغ بناتے ہیں اور بتّی کی جگہ کائی یا سوار وغیرہ اسمیں رکھکر چراغ روشن کر دیتے ہیں -

اسکیمو لوگوں کی سلیج یعنی کتّوں کی گاڑیاں

تم نے تانگا - فٹن - موٹر اور ریل گاڑی ایسی سواریاں دیکھی ہیں - ممکن ہے ہوائی جہاز بھی اُڑتے ہوئے دیکھا ہو - مگر اسکیمو لوگوں کی گاڑیوں کا حال سنو - اُن گاڑیوں میں بجائے گھوڑے وغیرہ کے کُتّے جوتے جاتے ہیں - انھیں گاڑیوں کو سلیج کہتے ہیں جو کتّے انھیں کھینچتے ہیں اُنکے پاؤں پر سیل کے چمڑے کا خول چڑھا رہتا ہے اس خول میں سوراخ ہوتے ہیں تاکہ کتّوں کے پنجے اُن سے باہر نکلے ہوئے رہیں - اُن کتّوں کو ہانکنے کے لئے بڑے بڑے کوڑے ہوتے ہیں - یہ کوڑے بھی چمڑے کے بنے ہوتے ہیں - ان سے بہت ہی زور کی چوٹ لگتی ہے - اسکیموں لوگوں کے کتّے بہت ہی کام کے ہوتے ہیں - وہ نہایت عمدگی سے ان گاڑیوں کو

کھینچتے ہیں۔ یہ کتے بہت مضبوط اور نہایت خوفناک ہوتے ہیں۔
جب یہ بھوکے ہوں تو اور زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔ اُسوقت
جو کوئی اُنھیں ملجائے اُسے چبا ڈالتے ہیں۔ لومڑی اور خرگوش
وغیرہ کو تو یہ کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے بعض اوقات یہ ایک دوسرے
کو بھی مار کر کھا جاتے ہیں۔

اسکیمو کی تہذیب

خطۂ شمالی کی پیداوار۔ وہاں کی سردی وہاں کے برفستان
کی ویرانیوں سے تم یہ اندازہ کر سکتے ہو کہ اسکیمو لوگوں کی تہذیب
وتمدن کا کیا درجہ ہوگا۔ جاہل اور وحشی لوگ جن میں نہ کوئی تعلیم ہو
نہ شائستگی اُن میں توہمات بھی بکثرت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسکیمو
لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ ریچھ کا شکار کرتے ہیں تو اُسکے
ہونٹھ کاٹ کر اسلئے رکھ لیتے ہیں کہ جب کسی دوسرے ریچھ کے
شکار کی نوبت آئیگی تو وہ اُنھیں کاٹ نہ سکے گا۔ بحری گھوڑا یا
بحری شیر کو شکار کر کے اس کے دانت اسلئے نکال لیتے ہیں کہ پھر
کوئی دوسرا بحری گھوڑا یا بحری شیر ان پر حملہ نہ کر سکے۔ ان شکار
کیئے ہوئے خوفناک جانوروں کی روح کو پانی بھی چڑھاتے ہیں۔

تاکہ اُنکی روح اُنپر مہربان رہے لیکن جب سے سفید رنگ کے
لوگوں سے انکا سابقہ ہوا ہے اُسوقت سے یہ لوگ کچھ کچھ سمجھدار
ہوتے جارہے ہیں۔ انھیں سفید رنگ کے لوگوں نے انھیں
بندوقیں بھی لا کر دیں۔ چا قو چاقو چائے اور دیا سلائیوں کا
بھی استعمال سکھایا۔ ایک طرف جہاں یہ ہوا وہیں دوسری طرف
یہ بھی ہوا کہ اسکیمو لوگ پُرانے زمانے کا طریقۂ جنگ و شکار
بھولنے لگے لیکن جنگ عظیم کے موقع پر جب یورپین سامان
گرین لینڈ میں کم ہونے لگا اور ۱۹۱۷ء میں شمال بعید میں کوئی
جہاز نہیں پہنچا تو اسکیمو لوگوں نے پھر اپنے پُرانے طریقے اختیار
کرنا شروع کر دیئے۔

سفید رنگ لوگ عام طور پر خطۂ شمالی میں تجارتی اغراض
کے لئے جایا کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہاں تجارتی کاروبار کا
سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ تجارتی کاروبار پھیلنے کا نتیجہ یہ ہے کہ
اسکیمو لوگ سفید رنگ کے لوگوں کی تہذیب اور اُنکے طور
طریقوں کی ایک طرح سے غلامی کرنے لگے۔ اور اس طرح اسکیمو
لوگوں کی اصلی خصوصیت روز بروز فنا و زائل ہونے لگی ہے۔ اُنکے روایات
اور اُنکی زبان تو باقی رہ گئی ہے لیکن بہت سے اسکیمو لوگوں نے

سفید رنگ لوگوں کا مذہب تک برائے نام اختیار کر لیا ہے۔

قطبین کی روشنی

منطقۂ شمالی کے آسمان پر سب سے عجیب وغریب قدرتی نظارہ لمعات شمالی یا "شمالی روشنی" کا ہے۔ اس سے نیچے کے عرض البلد میں بھی جہاں ناروے اور اسکاٹ لینڈ وغیرہ واقع ہیں لوگ اس سے ناواقف نہیں یہ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ جنوب میں مثلاً میڈیٹرینین وغیرہ کے قریب ہی دکھلائی دیتی ہے۔ لیکن منطقۂ شمالی کی تاریک راتوں میں یہ بہت زیادہ روشن اور بہت زیادہ کھلی ہوئی نظر آتی ہے اس قسم کی روشنی قطب جنوبی کے قریب بھی نظر آتی ہے۔ مگر اسکی روشنی قطب شمالی کی روشنی کے مقابلہ میں نسبتاً مدھم ہے بہر صورت اہالیان منطقہ باردہ پر یہ خدا کا ایک فضل ہے کہ چھ چھ مہینے کے مسلسل تاریک راتوں میں اُس نے انکے لئے اس طرح روشنی کا سامان کر دیا ہے۔ یہ روشنی پہلے پہلے قطب شمالی کی طرف دکھائی دی تھی۔ اُسوقت یہ خیال کیا گیا کہ وہ صرف خطۂ شمالی ہی میں نمایاں ہوتی ہے اس لئے اسکا نام ارورا بوراِلس (Arora Boralis) یعنی "لمعات شمالی" یا شمالی روشنی رکھا گیا لیکن جب اسی قسم کی روشنی

منطقہ جنوبی کی طرف بھی دیکھی گئی تو پھر اس روشنی کو ارورا پولارس (Aurora Poloris) یعنی لمعات قطب یا قطبین کی روشنی کہنے لگے قطب کی یہ روشنی مختلف شکلوں میں نمایاں ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ ایک پھیلی ہوئی مدھم روشنی معلوم ہوتی ہے اتنی مدھم کہ اگر چاند بھی نکلا ہوا ہو تو اسکا امتیاز دشوار ہو جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ایک سنہرے فیتے اور بکھرے ہوئے خطوط شعاعی کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ اور ایک ایسے روشن و نمایاں قوس کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کے دونوں سرے افق سے ملے ہوئے ہوں۔ کبھی کبھی یہ سنہرا فیتہ یا خط شعاعی پھیلتے پھیلتے کامدانی کے روشن اور متحرک پردے کی طرح نمایاں ہوتا ہے اور یکایک نہایت تیزی سے سرچ لائٹ کی طرح آسمان کے دوسرے سرے پر دوڑ جاتا ہے۔ بہرصورت یہ کوئی شکل اختیار کرے لیکن بالعموم اسمیں ہر وقت جنبش اور فوری تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں روشنی تو بالکل صاف و شفاف ہوتی ہے لیکن اسکے حاشئے اور کنارے کبھی زرد و سرخ کبھی سیمیں اور نارنجی اور شاذ و نادر ہی کبھی سبز و بجنفی رنگ کے ہوتے ہیں۔ روشنی کی کمی اور زیادتی میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ گرین لینڈ میں جہاں یہ عام طور پر نمودار ہوتی رہتی ہے وہاں تو کبھی کبھی یہ روشنی

ماہتاب سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔ یہانتک کہ سایہ تک پڑنے لگتا ہے لیکن معمولاً یہ روشنی چاند سے چوتھائی درجہ کم ہوتی ہے۔ بلکہ جب پورا چاند ہو تو یہ اُس کی روشنی میں بالکل گم ہو جاتی ہے۔ بحیرۂ راس میں راس ایونس پر تو خفیف سی چاندنی بھی قطب کی روشنی کو پھیکی کر کے غائب کر دیتی ہے۔ راس اڈیر پر یہ زیادہ روشن اور زیادہ رنگین معلوم ہوتی ہے۔

ماسٹر مدن۔ لیکن یہ روشنی کیوں ہوتی ہے؟

قطبین کی روشنی کا سبب

تاؤجی ''لمعات قطب'' کی مختلف علّتیں مختلف اوقات میں بتائی گئی ہیں لیکن عام طور پر اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ حرکت آفتاب کے زبردست تموج کا دباؤ کرۂ ہوائی پر ہوتا ہے۔ اس تصادم سے ایک بجلی پیدا ہوتی ہے اور یہ روشنی اسی بجلی کی ہے بعض ماہرین سائنس نے اسکا تجربہ کیا ہے کہ جس وقت یہ بجلی یا روشنی نمایاں ہوتی ہے تو قطب نما کی سوئی اُسوقت بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔ ناروے میں تو اس روشنی کے اثر سے ٹیلیگراف کے تاروں کا برقی اثر بھی زائل ہو ہو گیا وکٹوریا لینڈ (Victoria land) میں بھی

اسی قسم کے واقعات ہوئے۔

ماسٹر مدن۔ تو اگر یہ روشنی بجلی ہی کی وجہ سے ہے تو سائنس جاننے والے لوگ اسے پیدا بھی کر سکتے ہونگے۔

تاؤ جی۔ ہاں! کہا جاتا ہے کہ سائنس کے ایک زبردست عالم نے دو متصل پہاڑیوں پر اس قسم کی مصنوعی روشنی پیدا بھی کر لی اور یہ ثابت کر دیا کہ قطب کی روشنی کی علت وہ بجلی ہے جو ہوا کے تموج اور تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔

ماسٹر مدن۔ اچھا! تو اگر یہ بجلی ہی ہے تو اس میں کڑک اور آواز بھی ہوتی ہوگی۔

تاؤ جی۔ لوگ کہتے تو یہی ہیں کہ جس وقت قطب کی روشنی نمایاں ہوتی ہے تو اُس کے ساتھ کچھ آواز بھی ہوتی ہے۔ لیکن آواز کا ہونا پورے طور پر پایہ تحقیق کو نہیں پہنچا۔ کبھی آواز معلوم ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ اس لئے آواز کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ماسٹر مدن۔ لیکن آواز اگر کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی تو آخر اسکی بھی کوئی وجہ ہوگی۔

تاؤ جی۔ اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ قطب کی روشنی عام طور پر

زمین سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہوا کرتی ہے۔ سب سے کم فا
پر جو روشنی کبھی نمایاں ہوتی ہے وہ بھی ۵۰ میل کی دوری
کم نہیں ہوتی اسلئے جو آواز سُنائی دیتی ہے وہ یا تو غیر معمولی ز
کی ہوتی ہوگی یا ہوا کے کسی خاص رُخ کا سبب ہوگا ورنہ ۵
کا فاصلہ اتنا زیادہ فاصلہ ہے کہ لمعات قطب سے پیدا شدہ آ
بہ آسانی نہیں سنائی دے سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آواز کبھی سُنا
دیتی ہے اور کبھی بالکل نہیں سُنائی دیتی۔
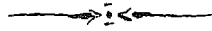
برف کے ٹیلے
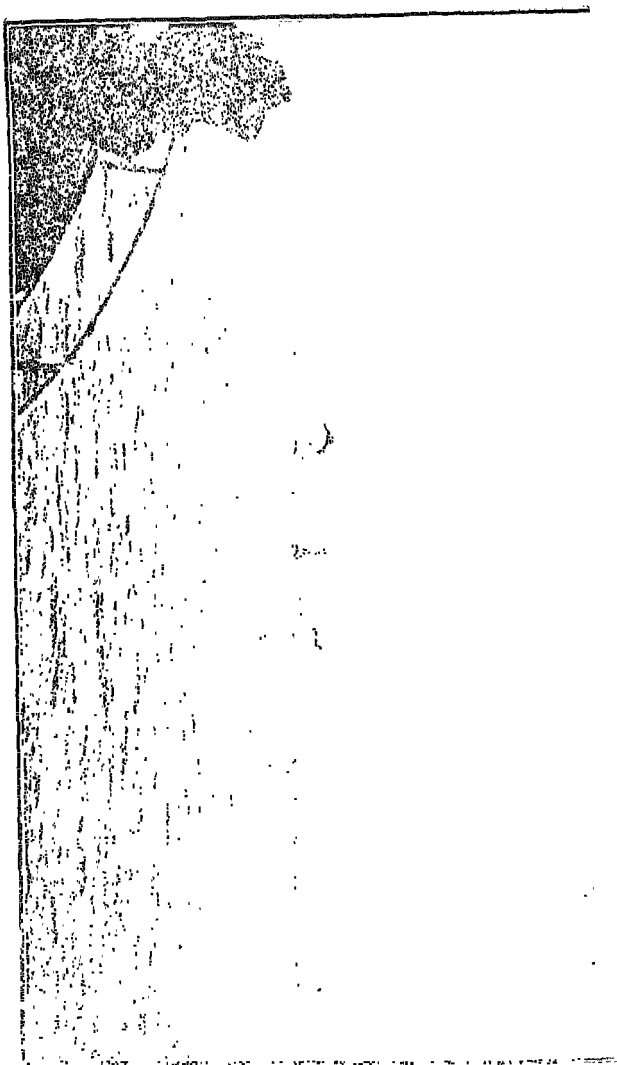
چوتھا باب

ڈاکٹر نانسن اور کپتان بیری کے سفر کے حالات

قطب شمالی کی تحقیقات کرنے والوں کی ایک مختصر تاریخ تمھیں سنادی گئی۔ یہ لوگ انگلستان۔ اٹلی۔ ناروے۔ ڈنمارک اور امریکہ وغیرہ کے مہذب ممالک سے روانہ ہوئے تھے اور کم و بیش سب نے قطب شمالی کے حالات سے انسانی معلومات میں اضافہ کیا۔ انھیں میں سے ڈاکٹر نانسن جو ناروے کا باشندہ تھا جسکا ذکر بھی کیا جاچکا ہے اگرچہ ٹھیک قطب شمالی پر نہ پہنچ سکا تاہم اُسکے ذریعہ سے بہت سی ایسی باتیں، جو قطب شمالی کے سفر کے لیئے کارآمد ہیں، لوگوں کو معلوم ہوگئیں مثلاً یہ کہ قطب شمالی کے سیّاح کو کس قسم کا لباس پہننا چاہیئے۔ سفر میں کن کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کن کن خاص باتوں کی احتیاط مدنظر رکھنی چاہیئے۔ اسی کے تجربات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاز ایسا تیار کرایا جائے جو اگر قطبی لہروں کے بہاؤ پر چھوڑ دیا جائے تو وہ برابر قطب کی جانب بہتا

چلا جائے اس نے قطبی ہواؤں کا رخ اور سمندر کی لہروں کا بھی تجربہ کیا تھا اور اسی لئے اس کا خیال تھا کہ اگر جہاز شمالی سائبیریا سے گرین لینڈ کی طرف بہتی ہوئی لہروں میں چھوڑ دیا جائے تو وہ قطب شمالی کے قریب ضرور پہنچ جائیگا۔ اور اگر کسی طرح وہ برف کی چٹان میں پھنس جائے جب بھی وہ اُسی لہر میں بہتا ہوا چلا جائیگا اُس نے ایک جہاز فرام نامے تیار کرایا جس نے پانچ برس کے لئے بارہ آدمیوں کا سامان خوراک وغیرہ رکھکر ۲۴ رجون ۱۸۹۳ء کو روانہ ہوا۔ یورپ کے انتہائی شمال سے گزر جانے کے بعد اُسے ہر طرف برف کے چٹان دکھائی دینے لگے۔ اتفاق سے ۲۵ رستمبر کو اُسکا جہاز ایک برف کی چٹان میں پھنس گیا۔ یہ برف کی چٹان جو سمندر کی لہروں میں بہتی جا رہی تھی اسکے جہاز کو بھی ساتھ ہی ساتھ بہائے لئے جاتی تھی۔ اب جہاز والوں کے لئے کوئی کام نہ تھا۔ وہ جہاز پر کھانا کھاتے سوتے اور آپس میں بیٹھکر تفریح کرتے۔ اسکے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ دو برس تک اسی حالت میں گذر گئے۔ بڑا دن اور سالگرہ کی تقریبیں بھی ہنسی خوشی کے ساتھ منائی گئیں اور راستے کے دلچسپ حالات و مشاہدات کا بھی لطف اُٹھایا گیا۔ اسی سلسلے میں اُنھوں نے ایک روز لمعات شمالی (Aurora Borealis) کا بھی نظارہ کیا۔

لمعات شمالی سے مراد اسی روشنی سے ہے جسکا ذکر قطب کی روشنی کے سلسلے میں پہلے کیا جاچکا ہے۔ وہاں تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک نورانی چادر پھیل گئی ہے اسمیں سے نہایت روشن اور چمکیلی دھاریاں رہ رہ کر نمودار ہوتی ہیں اور کبھی سبز کبھی بیجنی اور کبھی سرخ اور کبھی نقرئی رنگوں میں تبدیل ہوہوکر آسمان پر لہرا رہی ہیں۔ جہاز پر جو لوگ تھے وہ اس عجیب وغریب تماشے کو دیکھکر بالکل مبہوت ہوگئے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ لہریں مدھم ہوتے ہوتے غائب ہوگئیں۔ اُسوقت سے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ روشنی صرف خطۂ شمالی میں نمودار ہوتی ہے اسی لئے اسکا نام بھی لمعات شمالی (Aurora Borealis) رکھا گیا مگر اسکے بعد یہ تحقیق ہوا کہ اسی طرح کی روشنی قطب جنوبی میں بھی نظر آتی ہے اس لئے اب اسے لمعات قطب (Aurora Polaris) کہنے لگے ہیں۔

غرضکہ اسی طرح برف کی چٹان کے ساتھ بہتے بہتے جنوری ۱۸۹۵ء کو وہ ۸۳ درجہ عرض البلد تک پہنچ گئے۔ اب نانسن نے یہ خیال کیا کہ اگر جہاز کی یہی رفتار رہی تو ایک مدت تک فضول وقت ضایع ہوتا رہے گا۔ چنانچہ ۲۶ فروری ۱۸۹۵ء کو اُس نے اپنے ایک ہمراہی کو ساتھ لیا۔ دو برفستانی گاڑیاں کچھ سامان خوراک اور کتے

لئے اور جہاز کو چھوڑ کر قطب کی جانب روانہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق سے اُسے دو مرتبہ واپس آنا پڑا۔ اسلئے اُسکا حقیقی سفر ۱۴ مارچ ۱۸۹۵ء سے شروع ہوا لیکن اب بھی اُنکی رفتار کچھ زیادہ تیز نہ ہو سکی اسلئے کہ برف بہت سخت تھی اور اُسپر گاڑیوں کا کھینچنا سخت دشوار ہو رہا تھا۔ تین ہفتے کی مدت میں وہ صرف دو سو میل کی مسافت طے کر سکے۔ نانسن ۲۰ میل آگے تھا اور اس طرح وہ ۸۶.۰۵ درجہ عرض البلد شمالی تک پہنچ گیا۔ اسکے بعد وہ واپس ہوا وہ جنوب کی طرف گھومتا پھرتا چلا آرہا تھا کہ خوش قسمتی سے اُسے ایک انگریزی جہاز مل گیا وہ اسپر بیٹھکر ۱۳ اگست ۱۸۹۶ء کو اپنے ملک کے قریب وارڈو (Vardo) پہنچ گیا اتفاق سے اُسی دن اُسکا جہاز فرام (Fram) بھی جو برف کی چٹان میں پھنسا ہوا تھا چھوٹ گیا اور وہ بھی وارڈو (Vardo) واپس آگیا۔

ماسٹر مدن۔ تو نانسن قطب شمالی پر پہنچا نہیں؟

تاؤ جی۔ نہیں نانسن قطب شمالی تک نہیں پہنچ سکا لیکن وہ قطب شمالی کے ۸۶.۰۵ درجہ عرض البلد تک پہنچ گیا تھا۔ جہاں اُسوقت تک کوئی اور سیّاح نہیں پہنچا تھا۔ اسکے علاوہ اُس کے سفر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُسکی احتیاط و دور اندیشی کے باعث اُسکے ساتھیوں میں سے مرنا تو ایک طرف کوئی بیمار تک

نہیں ہونے پایا۔

ماسٹر مدن۔ لیکن قطب شمالی پر تو آپ نے ابھی کہا تھا کہ پیری (Peary) نامے کوئی شخص تھا جو پہنچا تھا۔

تاؤجی۔ ہاں! تم سنتے جاؤ۔ میں اُسکے پہونچنے کا حال بھی تم سے بیان کرتا ہوں۔

قطب شمالی پر پیری کے پہنچنے کا حال

پیری امریکہ کا رہنے والا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے تو گرین لینڈ کے شمالی اور شمالی مشرقی سواحل دریافت کئے اسکے بعد وہ قطب شمالی پر پہنچنے کی فکریں کرنے لگا۔ ایک مرتبہ جب وہ سفر کر رہا تھا اسکے دونوں پاؤں ایک تختے کے نیچے دب گئے اور اس طرح اُسکا ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ چھ برس کے بعد ایک دوسرا حادثہ اُس پر یہ گذرا کہ اُسکی چھ اُنگلیاں برف میں دب کر ضایع ہو گئیں۔ غرضکہ ۲۰ برس تک وہ گرین لینڈ کے جزائر اور پہاڑوں کے منجمد حصّوں میں سفر کرکے امریکہ واپس ہوا۔ وہاں پہنچکر اُس نے پرانے جہاز روزولٹ (Roosvelet) کو از سر نو تیار کرایا۔ اس جہاز کا نام امریکہ کے پریسیڈنٹ روزولٹ

کے نام پر رکھا گیا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ ۶ر جولائی ۱۹۰۸ء کو نیویارک سے
قطب شمالی کی مہم کے لئے روانہ ہوا۔ گرین لینڈ کے شمالی حصّہ کے
ایک قصبہ میں پہنچکر اُس نے ۲۳ اسکیمو ۱۷ عورتیں ۱۰ بچّے اور ۲۴۶
کتّے اپنے ہمراہ لئے اور ۵ر دسمبر کو راس شریڈن (Cape Sheridan)
پر پہنچ گیا۔ آگے بڑھکر جب وہ راس کولمبیا پر پہنچے تو اُنھوں نے
مزید تیّاریاں کیں اور ۱۷ اسکیمو۔ ۶ آدمی ۱۹ برفستانی گاڑیاں اور
۱۳۳ کُتّے ہمراہ لیکر آگے کا راستہ لیا۔ کچھ دور آگے نکل جانے کے بعد
اس خیال سے کہ دنیا کو ان امور سے مطلع کریں اور نیز اس وجہ سے
کہ کچھ سامان خوراک میں بھی بچت ہو جائے کچھ لوگ واپس آئے
اس جماعت نے پیری کا ساتھ اُس مقام پر چھوڑا جہاں سے
قطب شمالی صرف ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ اب پیری نے
اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص ہنسن (Hensan) نامی کو اپنے
ساتھ لیا اور چار اسکیمو اور کچھ کتّے بھی ہمراہ تھے اور یہ سب کے سب لوگ
دو ڈھائی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے قطب شمالی کی جانب روانہ ہوئے
چلتے چلتے بالآخر ۶ر اپریل ۱۹۰۹ء کو آلات کے ذریعہ سے
اُنھیں معلوم ہوا کہ وہ قطب پر پہنچ گئے۔ قطب پر پہنچکر پیری ۳۰
گھنٹہ تک برابر ہر طرف پھر پھرا کر یہ اطمینان کرتا رہا کہ واقعی

قطب شمالی کے چاروں طرف جنوب ہی جنوب ہے یا نہیں یہاں
اس نے بہت سے فوٹو لئے۔ اور ہر طرف نظر دوڑائی مگر اُسکو خشکی
کا کوئی حصہ وہاں نہیں دکھلائی دیا۔ اُس نے ایک مقام پر برف
کی سطح کو کھود کر سمندر کی گہرائی ناپنی چاہی مگر اُسے ۹۰۰۰ فٹ
سے بھی زائد زائد گہرائی معلوم ہوئی۔ اس سے اُس نے یہ نتیجہ نکالا
کہ قطب شمالی کا اصلی مقام وہ ہے جہاں سمندر کی سطح پر برف کی
سنگین تہ جمی ہوئی ہے اور ہر طرف برف کی بڑی بڑی چٹانیں تمام
منظر کو خوفناک بنائے ہوئے ہیں وہاں سے ۱۸ دن پاپیادہ سفر
کر کے وہ اپنے جہاز کے پاس واپس ہوا لیکن دو مہینے تک وہ وہاں
سے سفر نہ کر سکا اسلئے کہ اُسکا جہاز ایک برف کی چٹان میں پھنسا ہوا
تھا۔ جہاز نے خدا خدا کر کے کسی طرح چٹان سے رہائی پائی اور پیری
اپنے ملک کو واپس آیا۔ واپسی پر اُسکے اہل وطن نے اُسے انعام و
اکرام سے مالا مال کر دیا۔

ماسٹر مدن۔ تو کیا پیری ابھی تک زندہ ہے؟

تاؤجی۔ نہیں اُسے مرے ہوئے آٹھ نو برس ہو گئے مرنے
کے بعد اُسکی ایک شاندار یادگار قائم کی گئی اور اُس پر ایک
کتبہ بھی لگایا گیا۔

ماسٹر مدن۔ پیری بڑا بہادر آدمی تھا کہ ایسے خطرناک مقام پر اُس نے سفر کیا۔ مگر اُسے تو انعام و اکرام کی پہلے ہی سے امید رہی ہو گی؟

تاؤجی۔ تمہارے اس خیال کا جواب میں پیری ہی کے چند فقروں میں تمھیں سُناتا ہوں جو اُس نے اپنے ایک لکچر میں کہا تھا "ایک سیاح اور سچا تحقیق کرنے والا کبھی روپئے پیسے کی لالچ سے اپنا کام نہیں کرتا۔ بلکہ صرف اسلئے کہ اس کا فرض ہے اور اسکے مقاصد زندگی کا اہم جزو۔ اُسکی تکمیل اسلئے ضروری ہے کہ اُسے مکمل ہونا چاہیئے۔"

میں یہ کہہ چکا ہوں کہ اکثر لوگوں نے ہوائی جہاز کے ذریعہ سے بھی قطب شمالی کا سفر کیا ہے۔ انھیں میں سے ایک شخص ایل برڈ (L. Byrd) نے قطب شمالی کے سیاحت سے واپس آکر پیری کے تمام بیانات کی حرف بحرف تصدیق کر دی۔ اسکا بھی بیان ہے کہ قطب کے قریب کوئی ملک نہیں ہے اور یہ کہ قطب میں سمتوں کا تمام نظام درہم برہم نظر آرہا ہے۔

ماسٹر مدن۔ یعنی کیا وہاں پورب پچھم کچھ نہیں معلوم ہوتا؟

تاؤجی۔ نہیں قطب شمالی کے چاروں طرف جنوب ہی

جنوب ہے۔

ماسٹر مدن۔ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ چاروں طرف جنوب ہی جنوب ہے؟

تاؤ جی۔ قطب نما کی سوئی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرف جنوب ہے۔

ماسٹر مدن۔ تو شاید قطب جنوبی میں چاروں طرف شمال ہی شمال معلوم ہوتا ہوگا۔ مگر پہلے یہ تو بتائیے کہ قطب جنوبی کی طرف کس طرح اور کب کب لوگ گئے۔
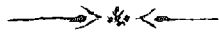
پانچواں باب

قطب جنوبی کی مہم

تاؤجی جب اوّل اوّل یونانی علمائے ہیئت نے زمین کے بارے میں خیال کیا کہ وہ کروی شکل کی ہے اور یہ کہ اسکا چوتھائی حصہ شمال میں واقع ہے تو انھوں نے یہ بھی خیال کیا کہ جنوب میں بھی اسکی تحقیقات ہونی چاہیئے۔ منطقۂ باردہ جنوبی کے خیال کی گویا اسے ابتدا سمجھنی چاہیئے۔ بعضوں نے تو جنوب بعید میں زمین کا وجود تک تسلیم کر لیا تھا لیکن پھر یہ خیال جلد ہی لوگوں کے ذہن سے جاتا رہا۔ یورپ کے زمانۂ تاریک میں یہ مسئلہ یوں ہی پڑا رہا اسلئے کہ پادریوں کے نزدیک ایسے مقامات کی جستجو جنکا ذکر مذہب میں نہ کیا گیا ہو ایک طرح سے ناجائز سمجھی جاتی تھی لیکن پندرھویں صدی عیسوی سے اس مسئلہ پر لوگوں کی توجّہ مائل ہونے لگی۔ چنانچہ پرتگالی سیاحوں نے پہلے پہل ادھر کچھ عملی قدم بڑھایا۔ سولھویں صدی کے اوائل میں اسپین اور پرتگال کے سیاحوں نے یہ ثابت کیا کہ جنوبی امریکہ

بہت دور تک جنوب میں پھیلا ہوا ہے اور ٹیرا ڈل فیوگو سب سے
بڑا جنوبی برّی مقام ہے۔ اسکے بعد مسلسل و متواتر تحقیقات و تلاش کا
نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹے چھوٹے بہت سے جزیرے دریافت ہو گئے۔
۱۷۷۲ء اور ۱۷۷۵ء میں جیمس کک کی کوششیں سب سے زیادہ
کامیاب ثابت ہوئیں اور اسوقت سے منطقہ باردہ جنوبی کی مہم
نے ایک مستقل حیثیت اختیار کر لی۔ کک نے دو مرتبہ دائرہ باردہ
شمالی کو عبور کیا۔ وہ برابر جنوب میں بڑھتا گیا مگر اسے کوئی برّی مقام
نہ ملا۔ اُس نے یہ ثابت کیا کہ اگر واقعی کوئی زمین ادھر ہو بھی تو
وہ بالکل یخ بستہ اور غیر آباد ہوگی۔ جیمس کک کا یہ خیال تھا کہ جسقدر
میں جنوب میں گیا ہوں۔ اُس سے زیادہ کوئی اور نہیں جا سکا اور
اگر کوئی گیا بھی ہو تو مجھے اُسپر مطلق کوئی رشک نہیں اسلئے کہ دُنیا
اس سے کسی قسم کا کوئی نفع نہیں اُٹھا سکتی۔ کک نے گو اپنے سیاحت
میں ساوتھ جارجیا (South Georgia) کو دریافت کر لیا۔ لیکن
قطب جنوبی کے بارے میں اسکے دیگر بیانات اس درجہ افسردہ کن
اور مایوسی بخش تھے کہ لوگوں کا شوق و حوصلہ سرد پڑ گیا۔ اُس نے
کہا کہ جنوب کے اونچے عرض البلد میں کسی قسم کے مادّی اور تجارتی
فوائد کی امید نہیں ہے اور اسی لئے قطب جنوبی کی مہم کی طرف سے

لوگوں کی دلچسپیاں بالکل رُک گئیں۔

اسکے بعد سیل کے شکاریوں نے قطب جنوبی کی طرف رُخ کیا۔ لیکن پہلے پہل وہ کب اس طرف گئے اسکا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ اُنیسویں صدی کے اوائل میں امریکہ کے ملّاح اٹلانٹک اور ساوتھ جارجیا سے سیل کے چمڑے لایا کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ اُنکے علاوہ دوسرے جزائر سے بھی وہ چمڑے لاتے ہوں مگر اس خیال سے کہ کوئی دوسرا شخص بھی اس سے واقف ہوکر یہ فوائد نہ حاصل کرنے لگے اُنھوں نے ان تمام معاملات کو بالکل پوشیدہ رکھا۔ اسکے بعد ڈبلو سمتھ نے ۱۸۱۹ء میں ساؤتھ شٹلینڈ (South Shetland) دریافت کیا پھر جی باول نے ۱۸۲۱ء میں ساؤتھ ارکنیز (South Orkneys) اور برانس فیلڈ نے ٹرینٹی لینڈ دریافت کیا۔ اسکے بعد ۱۸۳۶ء میں ایک فرانسیسی مہم قطب جنوبی کی جانب روانہ ہوئی۔ اُس نے برانس فیلڈ کی تحقیقات میں کچھ اور اضافہ کیا۔

جس وقت یہ چھوٹی چھوٹی تحقیقاتیں کی جارہی تھیں اُسوقت ایک دوسرے مہم کا انتظام برٹش گورنمنٹ کی جانب سے کیا جارہا تھا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کُک کے بعد یہی ایک مہم

ایسی تھی جس کی تمام تر ذمہ داری برٹش گورنمنٹ پر عاید ہوتی ہے۔
یہ مہم سر جے۔ سی۔ راس کی سرگردگی میں اس اہتمام سے روانہ ہوئی
کہ بڑے بڑے مضبوط جہازات عمدہ سے عمدہ سائنٹفک آلات اور
اچھے سے اچھے تجربہ کار لوگ اسکے لئے منتخب کئے گئے۔ اس
ساز و سامان سے تین مرتبہ قطب جنوبی پر جانے کی کوشش
کی گئی۔ پہلی مرتبہ ۱۸۴۱ء میں جو مہم روانہ ہوئی اُس نے ساؤتھ
وکٹوریہ لینڈ وغیرہ دریافت کیا اور ۱۸۴۳ء میں گریہم لینڈ کے قریب
کچھ اور چھوٹی چھوٹی تحقیقاتیں کیں۔ اس کے بعد ایک مدت
تک منطقۂ جنوبی کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹی رہی اسلئے کہ
قطب شمالی میں سر جان فرینکلن کے غائب ہو جانے سے ہر شخص
کی توجہ اُس طرف رہی اسکے بعد کچھ دنوں تک وہیل کے شکاریوں
نے منطقۂ جنوبی میں جا بجا کچھ زمینیں دریافت کیں ایک جرمن
سیّاح نے ۱۸۷۴ء میں گریہم لینڈ کے قریب کچھ تھوڑی سی زمین
دریافت کی۔ اُن میں سب سے زیادہ اہم کارنامہ ۱۸۹۲ء سے
۱۸۹۴ء تک اسکاٹ لینڈ اور ناروے کے سیاحوں کا ہے۔
۱۸۹۸ء میں بلجیم کی طرف سے کچھ لوگ منطقۂ جنوبی کی طرف
روانہ ہوئے۔ یہ لوگ گریہم لینڈ کے مغربی سمت تک گئے اور

اپنی اس مہم میں نباتات اور آب و ہوا کے متعلق بہت ہی قیمتی
معلومات لے کر واپس ہوئے۔ بیسویں صدی کا بھی ابتدائی زمانہ
منطقہ جنوبی کی تحقیقاتوں کا عہد زرّیں ہے۔ قطب شمالی کی بہت سی
مشکلیں آسان ہو چکی تھیں یا آسان ہونے کے قریب ہو گئی تھیں
لیکن منطقہ جنوبی کے براعظم میں گھسنے کا ابھی تک کسی کو موقع نہیں
ملا تھا۔ حالانکہ ایک ایسے نامعلوم خطۂ زمین میں جو کئی لاکھ مربع
میل میں پھیلا ہوا ہو، سائنٹفک ضروریات کے اعتبار سے بہت
کچھ تفتیش و تحقیقات کی ضرورت تھی۔ برطانیہ میں سر جان مرے
اور سر سی۔ آر مارکھم انکے علاوہ جرمنی اور ناروے میں سب
سے معزز لوگ اسکے لئے بڑے زور شور سے تحریک و حوصلہ افزائی
میں مصروف تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی جماعتیں مختلف مقامات
سے اس مہم کے لئے تیار ہو گئیں۔ لیکن ان جماعتوں میں باہم
کوئی حریفانہ جذبہ نہ تھا سب کی غرض یہ تھی کہ متفقہ طور سے
خطۂ جنوبی کی تحقیقات میں کوشش صرف کیجائے اس نامعلوم
زمین کی بابت یہ سب کا خیال تھا کہ وہ اسقدر وسیع ہے کہ
ایسی ایسی بیسویں مہموں کے لئے کافی ہوگی۔

برطانیہ کی مہم کپتان آر۔ ایف اسکاٹ کی سرکردگی میں ۱۹۰۱ء

میں روانہ ہوئی۔ اس مہم نے وکٹوریا لینڈ میں کچھ تھوڑی بہت تحقیقات کی۔ جرمنی کی مہم نے ۱۹۰۲ء میں ولیم لینڈ کی دریافت کے سوا کوئی اور قابل ذکر کام نہیں کیا۔ سویڈن کی مہم نے بھی کچھ مفید کام کئے مگر وہ بھی زیادہ اہم نہ تھے۔ اسی طرح اسکاٹ لینڈ اور اور فرانس کے سیاحوں نے بھی تھوڑے بہت کام کئے مختصر یہ کہ یہ سب لوگ ۱۹۰۳ء سے لیکر ۱۹۰۵ء تک واپس آئے اور بہت کچھ سائنٹفک معلومات ساتھ لائے۔ اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں مسٹر ای۔ ایچ شکلٹن نے جو اسکاٹ کے ابتدائی مہم میں ہمسفر رہ چکے ہیں، قطب پر پہونچنے کا پورا پورا ارادہ کرلیا۔ انھوں نے آئس بیریر کے مغرب میں بہت کچھ زمین دریافت کرلی اور ایک بڑی حد تک سفر کے راستوں کا بھی اندازہ کرلیا۔ اسکے بعد ۱۹۱۰-۱۳ء میں کپتان اسکاٹ نے شکلٹن کے دریافت کئے ہوئے راستے سے قطب پر پہونچنے کا قصد کیا۔ کپتان اسکاٹ قطب پر پہونچ گیا مگر اُسے پہنچکر یہ معلوم ہوا کہ اس سے ۳۴ دن قبل کپتان اسکاٹ آرامنڈسن قطب پر پہنچ چکا تھا۔

ماسٹر مدن۔ پھر اسکے بعد قطب جنوبی کی طرف کوئی نہیں گیا؟

تاؤجی۔ نہیں اسکے بعد بھی ڈاکٹر ڈی۔ ماسن (جو شکلٹن کی مہم میں شریک تھے) اور کپتان جے۔ کے ڈیوس وغیرہ نے بھی

منطقۂ جنوبی کے متعلق بہت سی باتیں معلوم کیں۔

منطقۂ جنوبی کی حیوانی زندگی

اچھا اب منطقۂ جنوبی کے حیوانات کا حال سنو۔ منطقۂ شمالی کے مقابلہ میں منطقۂ جنوبی میں بڑے بڑے جانوروں کی بہت ہی کم تعداد ہے۔ خشکی کے جانور تو بالکل ہی نہیں ہیں۔ ریچھ۔ لومڑی اور رینڈیر وغیرہ کی قسم کا کوئی خشکی کا جانور خطۂ جنوبی میں نہیں پایا جاتا۔ نباتات کھانے والے جانوروں کے لئے نہ وہاں کوئی خوراک ہے اور نہ گوشت خور جانوروں کے لئے کوئی شکار۔ لے دیکر جو جانور ہیں وہ بحری ہیں۔

سیل

منطقۂ جنوبی میں سیل کی چار قسمیں بتائی جاتی ہیں منطقۂ شمالی کے سیل کی طرح جنوبی سیل کے بھی کان نہیں ہوتے تجارتی فوائد کے لحاظ سے ان سب کے چمڑے بہت کام کے ہیں۔ ویڈل سیل ان میں سے بہت معمولی ہے اور منطقۂ جنوبی کے سواحل پر بکثرت پائی جاتی ہے۔ موسم سرما میں یہ اکثر فاک، لینڈ (Falkland)

کرگلن (Kerguelan) اور نیوزیلینڈ (New Zeland) تک آجاتی ہے۔ اسکا قد ۹ فٹ کا اور وزن دس من کے قریب ہوتا ہے۔ یہ مثل دیگر منطقۂ جنوبی کے جانوروں کے بالکل نڈر اور ڈھیٹھ ہوتی ہے۔

ماسٹر مدن۔ یعنی کیا یہ آدمیوں سے ڈرتی نہیں! اسمیں اتنی جراءت ہے؟

تاؤجی۔ نہیں اسکا نڈر اور ڈھیٹھ ہونا جراءت اور بہادری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اس طرف ایسی کوئی مخلوق نہیں ہے جو ان جانوروں پر حملہ کرے اس لئے وہاں کے جانوروں میں وہ وحشت، جو خوف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، بالکل نہیں ہوتی۔ ہاں تو میں ویڈل سیل کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ سو برس ہوئے ہونگے کہ اس سیل کا چمڑا جے۔ ویڈل اُدھر سے لائے تھے۔ کئی سال تک اڈنبرا کے عجائب خانے میں یہ کھال نمائش کے لئے رکھی رہی۔ اُسے اُسوقت منطقۂ جنوبی کا نہایت ہی کمیاب جانور سمجھا جاتا تھا مگر اب تو وہ ایک بہت ہی معمولی جانور سمجھا جاتا ہے۔ ویڈل سیل کا نام بھی شاید انھیں ویڈل صاحب کے نام پر رکھا گیا ہو۔

وہائٹ کریب ایٹر

سیل کی دوسری قسم وہائٹ کریب ایٹر ہے۔ اگرچہ یہ عام طور پر نہیں ملتی مگر بہت کمیاب بھی نہیں ہوتی۔ یہ جھنڈ میں بہت کم دکھائی دیتی ہے، زیادہ تر الگ اور متفرق رہتی ہے۔ یہ ویڈل سیل کے مقابلہ میں زیادہ تیز اور پھرتیلی ہوتی ہے۔ ویڈل سیل اس سے زیادہ سست اور بھدی ہے۔ یہ ساحل کے قریب بہت کم آتی ہے اور کھلے ہوئے زیادہ پانی میں رہتی ہے۔ لیکن منطقۂ جنوبی سے باہر نہیں جاتی۔

راس سیل

تیسری قسم کی سیل، راس سیل کہلاتی ہے۔ یہ منطقۂ جنوبی کے تمام سیلوں سے زیادہ کمیاب ہے۔ اور اسے لوگ بہت کم جانتے ہیں۔ نہ یہ کسی جھنڈ میں دکھائی دیتی ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچے کہاں دیتی ہے یہ بہت تیز اور زبردست تیرنے والی ہوتی ہے۔ یہ برف کی تیرتی ہوئی چٹان کے قریب

کبھی کبھی دکھائی دیتی ہے اور شمال کی طرف کبھی نہیں جاتی۔ شاذونادر ہی یہ ویڈل سیل کے قد کو پہنچتی ہے۔ بہت کم سیاحوں نے اس عجیب و غریب اور تنہا رہنے والی سیل کو دیکھا ہے بلکہ اکثر سیاحوں نے تو اس کی جھلک بھی نہیں دیکھی۔

بحری شیر

یہ سیل کی چوتھی قسم ہے۔ اس کا نام بحری شیر اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ بہت ہی خوفناک اور خونخوار ہے۔ یہ منطقہ جنوبی کے تمام سیلوں سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ ۱۴ فٹ لمبا اور قریب ۱۳ من وزنی ہوتا ہے۔ یہ بہت ہی کم دکھائی دیتا ہے اور جھنڈ میں تو بالکل ہی نہیں ہوتا۔ بحری شیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ بہت پھرتیلا ہوتا ہے۔ یہ وہاں کی چڑیوں کا شکار بھی کرتا ہے۔ جو چڑیاں اسے برف کی بہتی ہوئی چٹان پر نظر آتی ہیں یہ انھیں پکڑ کر کھا جاتا ہے۔ سیل کی تمام قسموں میں صرف ایک بحری شیر ہی ہے جو آدمیوں پر بھی حملہ کرتا ہے۔

ماسٹر مدن۔ آدمی جب اس کا شکار کرنا چاہتے ہونگے تو یہ حملہ کرتا ہوگا؟

تاؤجی - نہیں بلا وجہ بھی وہ آدمی کو دیکھکر حملہ کرتا ہے۔
ماسٹر بدن - قطب شمالی میں تو اسکیمو اور سفید رنگ کے لوگ جا جاکر سیل کا شکار کرکے ان کا خاتمہ کئے دیتے ہیں۔ یہی حال قطب جنوبی کے سیلوں کا بھی ہوگا؟

تاؤجی - نہیں قطب جنوبی کی طرف کی سیلوں کا شکار اس کثرت سے نہیں کیا جاتا اور اس لئے اُن کے کم ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ ساوتھ جارجیا میں ادھر اُدھر ویڈل سیل ماری جاتی ہیں لیکن وہ بہت ہی کم قدر سمجھی جاتی ہیں اسلئے لوگ اس کا زیادہ شکار نہیں کرتے۔ انھیں کی وجہ سے دوسرے قسم کی سیل بھی بچی رہتی ہیں ۱۹۳۰ء میں ایک شکاری پانچ ہزار ویڈل سیل شکار کرکے لایا تھا لیکن اس کی بکری بہت ہی کم ہوئی۔

منطقۂ جنوبی کے قریب سیل کی دو اور قسمیں ہیں۔ اُن کا شکار البتہ بہت کثرت سے کیا جاتا ہے۔

جنوبی فرسیل

ان میں سے ایک کو فرسیل کہتے ہیں۔ یہ اپنی کھال کی وجہ
سے بہت قیمتی سمجھی جاتی ہے۔ ایک صدی کا زمانہ گذرا کہ اس
قسم کے سیل کا جھنڈ کا جھنڈ ساؤتھ شٹ لینڈ (South Shetlands)
میں جمع ہوا کرتا تھا اور آسے ساؤتھ آرکینز (South
Orkneys) اور ساؤتھ جارجیا (South Georgia) میں
بھی لوگ اچھی طرح جانتے تھے۔ لیکن شکاریوں نے گذشتہ صدی
کے اوائل میں ساؤتھ جارجیا اور فاک لینڈ (Falklands)
میں اسکا بالکل ہی خاتمہ کر دیا۔ کپتان ای فیننگ نے ۱۸۰۰ء
میں اٹھارہ جہازوں میں اس کا چمڑا ابھر کے ساؤتھ جارجیا میں
جمع کر دیا۔ پھر ایک لاکھ بارہ ہزار کھالیں صرف ایک سال میں
اور لائی گئیں اس کے بعد بھی پانچ ہزار سے بیس ہزار کھالیں
ساؤتھ شٹ لینڈ (South Shetlands) میں پھر لائی
گئیں اور اس طرح دو تین سال کے اندر جنوبی فرسیل کو بالکل تباہ
و برباد کر دیا گیا۔ اب ان مقامات پر یہ سیل شاید ہی کبھی کوئی

دکھائی دیتی ہو لیکن پھر بھی جب کبھی دکھائی دیتی ہے تو لوگ اسکا شکار ضرور کرتے ہیں۔ اسی لئے بمشکل مدتوں کے بعد کبھی ایک یا دو سیل اس قسم کی نظر آجاتی ہے۔

بحری ہاتھی

دوسری قسم کی سیل کو بحری ہاتھی کہتے ہیں بحری ہاتھی اپنے ڈیل کے لئے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس کا نر ۱۶ فیٹ سے لیکر ۲۰ فیٹ تک کا ہوتا ہے یعنی مادہ سے دگنا اِس کے تھوتھن کا چمڑا کچھ عجیب طرح سے اوپر کو اُٹھا ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے بحری ہاتھی کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی سست اور بھدا ہوتا ہے اور اکثر ساحل کے قریب ہی پڑا رہتا ہے اور اسی لئے اس کا شکار بہت آسانی سے کر لیا جاتا ہے یہاں تک جارجیا میں ۱۹۰۰ء سے لیکر ۱۹۱۸ء تک چھبیس ہزار کی تعداد میں بحری ہاتھی مارے گئے لیکن ۱۹۱۹ء سے اُن کے تحفظ کا انتظام کیا جانے لگا ہے اس لئے اب اُنکی تعداد بڑھ رہی ہے۔ جزیرہ میکوری (Mecquarie Islands) اور کرگلن (Kerguelen) میں اب یہ بکثرت پائے جاتے ہیں

لیکن ابھی حال ہی میں دو ہزار تین سو بحری ہاتھیوں کا شکار کیا گیا لیکن پھر بھی اُن کی خاصی تعداد موجود ہے ۔ سلطنت فرانس کی طرف سے برائے نام اُنکی حفاظت کیجاتی ہے ۔

کِلَر وھیل

کِلَر وھیل وھیل ہی کی طرح کی ہوتی ہے ۔ تجارتی اغراض سے لوگ اس کا شکار نہیں کرتے ۔ منطقہ جنوبی کے وھیل کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سیل پر بلکہ کبھی کبھی دوسرے کِلَر وھیل پر بھی حملہ کرتی ہے ۔ مسٹر اے ۔ جے ولیرس (A. J. Villars) نے بحیرۂ راس (Rass Sea) میں کِلَر وھیل کی لڑائی کا تماشا بچشم خود دیکھا تھا ۔ اُنکا بیان ہے کہ ایک وھیل کو پانچ کِلَر وھیل لپٹ گئے ۔ یہ اکیلا وھیل اپنی جان بچانے لگا مگر اُن میں سے تین وھیل تو اس کو اِدھر اُدھر سے نوچنے لگے اور دو وھیل اس کے نیچے جا بیٹھے اس طرح دوڑ دوڑ کر دھکے دینے لگے کہ وہ بیچارہ وھیل بالکل مجبور ہو کر بیکار ہو گیا ۔ بالآخر ان پانچوں نے ملکر اس کا جبڑا پھاڑ ڈالا اور بات کی بات میں اُسے چیر پھاڑ کر کھا گئے ۔

ماسٹر مدن ۔ تو یہ وصیل کچھ کر ہی نہ سکا؟

تاؤجی۔ نہیں پہلے تو وہ بھی ان پانچوں سے خوب لڑا لیکن وہ مثل کہ "ایک کی دارو دو" بیچارہ تنہا کیا کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان پانچوں نے مل کر اُسے زیر کر لیا اور جب وہ مر گیا یا مرنے کے قریب ہو گیا تو اُسے نوچ نوچ کر کھا گئے۔
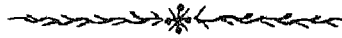
چھٹا باب

منطقۂ جنوبی کی چڑیاں

ماسٹر مدن - منطقۂ جنوبی کی چڑیوں کا بھی تو کچھ حال سنایئے۔
تاؤجی - منطقۂ جنوبی کی چڑیاں نہایت عجیب و غریب ہیں - سمندر میں چونکہ چارہ بکثرت موجود ہے اسلئے گو ان چڑیوں کی قسمیں بہت کم ہیں مگر اُن کی تعداد بے شمار ہے - ان میں ایک قسم سب سے زیادہ نمایاں ہے جسے پنگوئین (Penguin) کہتے ہیں -

پنگوئین

ماسٹر مدن - پنگوئین کیسی ہوتی ہے ؟
تاؤجی - پنگوئین ایک بحری چڑیا ہے - یہ منطقۂ جنوبی کے کسی خاص مقام پر نہیں ہوتی بلکہ جنوبی براعظم کے تمام سرد مقامات اور بحری جزائر میں اسکے گھونسلے ہوتے ہیں - انھیں

کی کچھ قسمیں بحر انٹارکٹکا میں بھی پہونچ جاتی ہیں اور وہاں
اُن کی ایک اور خاص قسم بن جاتی ہے۔

شہنشاہ پنگوئن

انھیں میں کی ایک بہت ہی خاص قسم امپیریل پنگوئن یا پنگوئنوں کے
بادشاہ کی ہے یہ قسم انتہائی جنوب میں پائی جاتی ہے اور بہت ہی
کمیاب ہے۔ یہ تین فیٹ کی لمبی ہوتی ہے اور اسکا وزن تقریباً
ایک من ہوتا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ اور خاص انداز سے چلتی ہے
اور لوگوں کو دیکھکر بہت کم بھڑکتی ہے مثل اور پنگوئن کے
یہ نہایت پھرتی سے برف کے نشیبی حصوں میں چلی جاتی ہے
اور نہایت تیزی سے تیرنے لگتی ہے شہنشاہ پنگوئن کی یہ قسم
عام پنگوئن چڑیوں کے ساتھ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ اکثر
تنہا اور کبھی کبھی اپنے جوڑے کے ساتھ گھونسلوں کے قریب
دکھائی دیتی ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی پنگوئن چڑیوں کا شور برداشت
نہیں کرسکتی۔ شہنشاہ پنگوئن کا عجیب خاصہ ہے کہ
اُس کے ایک ہی انڈا ہوتا ہے۔ اس کی مادہ اُس ایک انڈے
کو اپنے پاؤں پر رکھ کر سیتی ہے۔

پنگوین

ماسٹر مدن - پاؤں پر بچے رکھکر بیٹھتی ہے۔

تاؤجی - یہ اپنے پر اور کھال کے ایک حصہ کو پاؤں پر پھیلا لیتی ہے اور اسی پر انڈا رکھکر بیٹھتی ہے۔ اسکے بچے مشکل سے بچتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ قسم بہت کمیاب ہے۔ اس کے گھونسلے بھی دو ہی تین دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسکے علاوہ پنگوئین کی اور قسمیں بھی ہیں۔

سیہ گلو یا اڈیلائی پنگوئین

ماسٹر مدن - اور کون کون سی قسمیں ہیں

تاؤجی - دو تین قسمیں پنگوئین کی اور ہیں جو بہت چھوٹی ہوتی ہیں اور بہت ہی معمولی ہیں اور اس قابل نہیں کہ انکا ذکر کیا جائے۔ البتہ پنگوئین کی ایک قسم اور ہے جسے سیہ گلو یا اڈیلائی پنگوئین کہتے ہیں۔ یہ بہت عام ہے اور بکثرت پائی جاتی ہے اس کے گلے کے پاس کا حصہ سیاہ ہوتا ہے اور دور سے بالکل آدمی کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ منطقہ جنوبی کے سواحل پر بہت کثرت سے انکے جھنڈ کے جھنڈ دکھائی دیتے ہیں۔ منطقہ جنوبی کی خاص مخلوق انھیں کو کہنا چاہئے۔ وہاں کے سمندر اور منجمد منظر میں انھیں کے

چہچہوں اور شور وغل سے آثار زندگی نمایاں ہوتے ہیں یہ بہت ہی شوخ اور چنچل ہوتی ہے سیّاح بھی اسے دیکھکر بہت خوش ہوتے ہیں، اور اسے اس امر کی علامت سمجھتے ہیں کہ موسم سرما کا طویل اور اُداس زمانہ ختم ہوگیا۔

جنتو

ایک اور چڑیا ہوتی ہے جسے جنتو کہتے ہیں۔ یہ بڑی ڈرپوک ہوتی ہے اور دیکھنے میں کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ یہ منطقہ سے دور دور پائی جاتی ہے۔ گو یہ قطب کی ایک دوسری چڑیا ہے مگر اسے بھی پنگوئین ہی کی ایک قسم سمجھنا چاہیئے۔ یہ سیہ گلو یا ایڈیلائی پنگوئین کی طرح نہایت چست چالاک ہوتی ہے مگر اسکی تعداد بہت کم ہے۔ یہ صرف برفانی سمندروں میں رہتی ہے۔ منطقۂ جنوبی کی چڑیاں تو بس اسی قدر ہیں۔ انکے علاوہ جو چڑیاں ہیں وہ بحر جنوبی کی ہیں جو گرمیوں میں منطقۂ جنوبی میں آجاتی ہیں۔ انکے نام یہ ہیں سپیٹرل۔ جائنٹ پیٹرل۔ سنوئی پیٹرل۔ کیپ پیجن وغیرہ وغیرہ۔

ماسٹر مدن۔ قطب جنوبی میں جب جانوروں کی یہ کمی ہے تو کیا دوسرے مقامات سے جانور لیجا کر وہاں پال نہیں سکتے؟

تاؤجی۔ اسکا تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۵ء میں ایک کپتان نے

کچھ بھیڑ بکرے ساؤتھ جارجیا میں لیجا کر چھوڑ دئے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب کے سب مر کھپ گئے۔

ماسٹر مدن۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

تاؤ جی۔ وجہ یہ ہے کہ اوّل تو آب و ہوا اور موسم ناموافق ہے۔ سبزے اور چارے کی حالت یہ ہے کہ جا بجا کہیں اِدھر اُدھر مل جاتا ہے گھاس جو ہے بھی وہ بہت سخت ہے، چرائی کے کام کی نہیں۔ بھیڑیں اگر گرمی گرمی بچ گئیں تو بچ گئیں لیکن جاڑوں میں کسی طرح زندہ نہیں رہتیں۔ یہی حال بکروں کا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں کچھ گھوڑے اور گھوڑیاں بھی وہاں چھوڑ دی گئی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب جانور جنگلی ہوگئے اور کچھ دنوں کے بعد اُن کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ خرگوش بھی پالے گئے۔ مگر اُسمیں بھی ناکامی ہوئی۔ البتہ بھورے رنگ کے چوہے ایک صدی تک زندہ رہے۔ یہ چڑیوں کے انڈے اور گھاس کھاتے تھے۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ناروے سے رینڈیر لاکر رکھے گئے ۱۹۱۱-۱۲ء میں ہرن لاکر پالے گئے۔ اُنکا بہت بڑا غول ہوگیا لیکن دقت یہی ہے کہ اُنکے لئے کافی خوراک و چارہ میسر نہیں۔ اب یہ تجویز ہورہی ہے کہ منطقہ شمالی کی لومڑیاں لیجا کر رکھی جائیں۔ ممکن ہے کہ اسمیں کامیابی ہو مگر یہ لومڑیاں صرف پنگوئین کا شکار کرکے زندہ رہ سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی

خوراک کا اور کیا انتظام ہو سکتا ہے؟

ماسٹر مدن - ساؤتھ جارجیا (South Georgia) کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر اسکی کوشش نہیں کی گئی۔

تاؤجی - کرگلن (Kirgaulen) ساؤتھ جارجیا سے بہتر مقام سمجھا جاتا ہے۔ ساؤتھ جارجیا اس سے زیادہ پہاڑی مقام ہے برخلاف اسکے کرگلن میں چراگاہیں بھی ہیں لیکن گھاس کسی قدر موٹی اور سخت ہے۔ برف بھی یہاں چند ہی روز رہتی ہے چنانچہ ۱۹۱۳ء میں ایک ہزار بھیڑیں کرگلن میں بھیجکر پالی گئیں اور تین گڈریے انکی رکھوالی کے لئے مقرر کئے گئے۔ مگر یہ تجربہ بھی کچھ کامیاب اور امید افزا نہیں ثابت ہوا بلکہ اس سے پہلے ۱۹۰۹ء میں جو تجربہ کیا گیا تھا اسمیں کسی قدر زیادہ کامیابی کے آثار پائے گئے تھے۔ بہرصورت کرگلن بھی بھیڑوں کے لئے کچھ زیادہ مناسب مقام نہیں۔ رینڈیر کا البتہ ابتک تجربہ نہیں کیا گیا۔ منطقۂ شمالی کی لومڑیاں بھی غالباً نہیں پالی جا سکیں۔ اسلئے کہ انکے لئے وہاں کافی ٹھنڈک نہیں ہے۔

ماسٹر مدن - قطب جنوبی کی طرف تو کپتان اسکاٹ گیا تھا اور واپسی میں بیچارہ مر گیا۔ کچھ اُسکا حال تو سنائیے۔
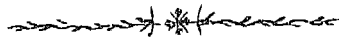
ساتواں باب

کپتان اسکاٹ کے سفر کے حالات

اُسکا پہلا سفر

تاؤجی۔ کپتان اسکاٹ نے دو مرتبہ قطب جنوبی کا سفر کیا۔ پہلے سفر میں اسکے لئے ایک خاص جہاز ڈسکوری (Discovery) نامے تیار کرایا گیا تھا اُسپر وہ مع ضروری سامان اور خاص خاص دوستوں کے سنہ ۱۹۰۱ء کو قطب جنوبی کی طرف روانہ ہوا۔ وہ منطقہ جنوبی کے سمندر میں بہت دور تک گیا لیکن ٹھیک ٹھیک قطب جنوبی تک نہیں پہنچ سکا۔ قطب شمالی (جیسا کہ تمھیں معلوم ہے) گہرے سمندر کے منجمد سطح پر واقع ہے اُس سے نزدیک ترین خشکی کا مقام ۰۰ے میل کے فاصلے سے کم نہیں لیکن قطب جنوبی کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے اسکے گرد ایک وسیع لق و دق میدان ہے جسمیں بہت اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں میں سے چند بجھے ہوئے آتش فشاں پہاڑ ہیں جو دس ہزار سے تیرہ ہزار فیٹ تک اونچے ہیں۔ قطب جنوبی

کے خطّے کی درجۂ حرارت بہ نسبت قطب شمالی کے خطّے کے کم معلوم ہوتی ہے۔ براعظم انٹارکٹک چونکہ سمندر سے گھرا ہوا ہے اسلئے وہاں قیام کی جگہیں بہت کم ہیں۔ براعظم کے چاروں طرف برف کے بڑے بڑے خوفناک تودے نظر آتے ہیں۔

کپتان اسکاٹ اپنے اس سفر میں تقریباً دو سال تک خطۂ جنوبی میں رہا۔ اُس نے اس دوران میں بہت ہی عجیب عجیب اور خوبصورت خوبصورت چیزیں دیکھیں اور نئے نئے ذخائر معلومات فراہم کئے۔ مگر بالآخر خوراک کی کمی۔ سردی کی شدت۔ ہمراہیوں کی علالت وغیرہ کے باعث اُسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ اسکے بعد ۱۹۰۸ء میں لفٹنٹ شکلٹن (Shachleten) نے قطب جنوبی پر جانے کی کوشش کی۔ سفر میں اُسے سخت مصائب برداشت کرنا پڑے اسکے ساتھ کے سب ٹوٹ مر گئے۔ آخر مجبوراً اُسکو ایک ایسے مقام سے واپس ہونا پڑا جہاں سے قطب جنوبی ۹۷ میل رہ گیا تھا۔

دوسرا سفر

اسکے بعد کپتان اسکاٹ نے دوسرے سفر کا قصد کیا۔ ایکبار اس نے نہایت توجہ سے سفر کی تیاریاں شروع کیں۔ اس سفر کے لئے صرف یہی ضرورت نہیں تھی کہ گرم گرم پوستینیں پہننے کے لئے فراہم

لیجائیں - بلکہ ایسے ہمراہی بھی درکار تھے جو اخلاق اور قوت برداشت کے
اعلیٰ صفات سے بھی متصف ہوں - سامان خوراک جو ساتھ ہو وہ اسقدر
ہلکا پھلکا ہو کہ لیجانے میں آسانی ہو اسکے ساتھ اسمیں کافی قوت و غذائیت بھی ہو
اسلئے کہ گرم موسم میں تو انسان کم کھاکر بھی زندہ رہ سکتا ہے لیکن جہاں سخت
سردی ہو اور اچھی غذا بھی میسر نہ آئے تو بہت ہی جلد انسان کا خاتمہ
ہو سکتا ہے پھر اسکے بعد ایندھن کا سوال تھا - کوئی چیز جو بہت ہی وزنی ہو
اُس برفستان میں جہاں ایک ایک قدم بھاری معلوم ہوتا ہے لیجانا تقریباً ناممکن
اسلئے پہلا اور سب سے دشوار مسئلہ یہ تھا کہ کسقدر - اور کس طرح کا سامان خوراک
اور ایندھن وہاں لیجانا چاہئے - بہرصورت وہ ایک عرصہ تک بہت سوچ
سمجھ کے ان تمام چیزوں کا انتظام کرتا رہا - اسکا کمرہ اس قسم کی تمام چیزوں
سے ایک اچھا خاصہ عجائب خانہ بن گیا - ٹین کے ڈبے جنمیں کھانے پینے کی چیز
بھری ہوئی تھیں رسیاں - پھوس - جوتے اور پوستینیں غرضکہ وہ تمام چیزیں جو
اس سفر میں درکار تھیں اور جن میں اسنے مناسب ترمیم و درستی بھی کرلی تھی
جمع کیں اور انکو نہایت سلیقے اور ہوشیاری سے جہاز میں بار کرکے وہ
۱۵ جون ۱۹۱۰ء کو اس مہم پر روانہ ہو گیا - اُس نے جہاز میں ۳۰ کتے اور
۱۴ ٹٹو بھی ساتھ لے لئے تھے جنکے بارے میں اسکا خیال تھا کہ منطقہ جنوبی
کے مجمع الجزائر میں اُنسے کام لیگا - مختصر یہ کہ وہ اور اسکے ساتھی جب

راس کروزیر (Cope Croziere) پر پہونچے تو اسوقت سمندر میں نہایت خوفناک طور پر تلاطم ہو رہا تھا اسلئے اُنھوں نے وہاں قیام نہیں کیا لیکن آخرکار بصد خرابی کسی طرح (Mc. Murdo) خلیج مرڈو کو عبور کر کے وہ کوہ اریبس (Mt. Erebus) کے دامن میں پہونچ گئے کوہ اریبس ۱۲۵۰۰ فیٹ بلند ہے یہاں ایک نہایت سنسان اور خشک مقام پر اُنھوں نے اپنا خیمہ نصب کیا اور اسے وَن ٹن کیمپ (One Ton Comp) کے نام سے نامزد کیا۔ یہ کیمپ جو ان لوگوں نے تیار کیا کافی بڑا تھا اس میں چھت اور دیواریں بھی تھیں اُنکے ساتھ کا سب سامان بڑی احتیاط و حفاظت سے رکھا گیا اور اس مقام کو اپنے آئندہ سفر کے لئے ڈپو بنایا گیا۔ قطب جنوبی اس مقام سے صرف ۱۵ میل کے فاصلے پر تھا۔ جہاں اس کے پہلے کبھی کوئی انسانی قدم پہونچ نہیں سکا تھا۔ ہرطرف برف کے تودے تھے اور آثار حیات یک لخت معدوم۔ جہاں موسم سرما میں نہایت زور شور سے طوفان اُٹھتے ہے اور برف کے ٹکڑے زمین سے اُٹھ اُٹھ کر ہوا میں اڑتے ہیں۔

پہلے تو کپتان اسکاٹ اور اسکے ساتھیوں نے سلیج (برف پر چلنے والی گاڑیاں) کی مدد سے اس مسافت کو طے کرنا چاہا۔ گھوڑے بھی پچھلے سفر کی دقتوں کے بعد اب تازہ دم ہو گئے تھے اس لئے

انھوں نے اپنا کام نہایت عمدگی سے کیا اسلئے کچھ راستہ نہایت تیزی سے طے ہوا۔ لیکن آخرکار سخت سردی کے باعث گھوڑے بیمار ہو ہو کر مرنے لگے اور گاڑیاں بیکار ہوگئیں اس مقام کا نام انھوں نے کیمپ "۳۱" رکھدیا۔ اور اب وہ وہاں سے پیادہ پا آگے روانہ ہوئے۔ اب برف کی سطح بہت گہری اور نرم ملنے لگی اس سے دقتیں اور بڑھنے لگیں اور حالت زیادہ نازک ہونے لگی۔ اس کے علاوہ رفتار میں اس وجہ سے بھی کمی ہونے لگی کہ انھوں نے جابجا چھوٹے چھوٹے ڈپو بنا بنا کر اس میں سامان خوراک اور ایندھن رکھنا شروع کردیا تاکہ جس وقت وہ واپس ہو رہے ہوں یہ چیزیں انھیں ملتی رہیں۔ آخرکار سفر کی صعوبتوں اور تکلیفوں کے باعث ان بہادروں کی مختصر سی جماعت میں لوگ بیمار ہونے لگے۔ ان کے پاس ذخیرۂ خوراک بھی کم ہوگیا۔ یعنی چار آدمیوں کے لئے صرف ایک ہفتہ کی خوراک باقی رہ گئی۔ اس لئے کپتان اسکاٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ اسکے چار ساتھی واپس جائیں۔ ان چاروں بہادروں کے لئے یہ فیصلہ گو بہت ناگوار گزرا لیکن انھوں نے کپتان اسکاٹ کے حکم کی بہرصورت ہنسی خوشی سے تعمیل کی اور "ون ٹن ڈپو" میں واپس آگئے اب کپتان اسکاٹ کے ہمراہیوں میں کپتان اوٹس

(Capt. Oats) ایوٹس ڈاکٹر ولسن اور لفٹننٹ باورس
(Lt. Bowers) باقی رہ گئے۔

اب یہ چھوٹی سی جماعت قطب کیجانب پیادہ پا روانہ ہوئی۔ لیکن سفر کی دشواری کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک قدم بڑھانا تو درکنار ایک ایک انچ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ کبھی وہ برف کی چٹان سے ٹکرا جاتے تھے کبھی لڑکھڑاتے تھے اور کبھی گر پڑتے تھے۔ سیلیج کا کھینچنا سخت دشوار ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے کسی طرح گلیشیر کا وہ وسیع میدان ختم ہوا اور وہ قطب جنوبی پر پہونچ گئے۔ آفت نصیب سیاحوں نے اپنا مقصود حاصل کر لیا اور اب وہ بڑے شوق سے یونین جیک (انگریزی سلطنت کا جھنڈا) لیکر بڑھے کہ قطب جنوبی کی بلندی پر نصب کر دیں مگر اب اُنکے حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ تھی جب اُنھوں نے دیکھا کہ اس دشوار گذار بلکہ ناقابل گذر مقام پر ایک خیمہ نصب ہے جس پر پانچ آدمیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

۱۔ رچرڈ امنڈسن (Richard Ammundson)
۲۔ آلو بے لینڈ (Olav Bjulland)
۳۔ ہلمر ہنیسن (Hilmer Henssen)

۴-سورے ہیسل (Suerre Hassell)
۵-آسکر وسٹنگ (Oscare Wisling)

۱۶ر دسمبر ۱۹۱۱ء
غور کرو کہ باوجود اپنی ان کوششوں اور باوجود اتنی اولوالعزمی ودلیری کے وہ اس مقام پر پہلے نہیں پہونچ سکے۔ ناروے کے سیاحوں کی ایک جماعت اُن سے ایک مہینہ قبل اس مقام پر پہونچ چکی تھی۔ لیکن اسکاٹ اور اُس کے ساتھیوں کے اطمینان کے لئے صرف اتنا کافی تھا کہ انھوں نے اپنی منزل مقصود حاصل کرلی اور کسی نہ کسی طرح وہ قطب جنوبی پر پہونچ گئے۔

ماسٹر مدن۔ یہ کیا ہوا؟ یہ لوگ کس طرح کپتان اسکاٹ سے پہلے پہونچ گئے؟

امنڈسن قطب جنوبی پر پہلے پہونچ گیا

تاؤجی۔ جب میں نے سرسری طور پر قطب جنوبی کے سیاحوں کا تم سے ذکر کیا تھا تو تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے کہا تھا کہ

کپتان اسکاٹ سے ۳۴ دن پہلے کپتان امنڈسن قطب جنوبی پر پہونچ گیا۔ کپتان اسکاٹ نے قطب جنوبی پر پہونچ کر خیمہ پر اُسی کپتان امنڈسن اور اُس کے ساتھیوں کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ کپتان امنڈسن کے سفر کا واقعہ یہ ہے کہ پہلے تو اُس نے قطب شمالی کی طرف جانے کا قصد کیا تھا مگر جب اُسے کپتان پیری کی کامیابیوں کا حال معلوم ہوا تو وہ بجائے قطب شمالی کے قطب جنوبی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسکے پاس وہی جہاز فرام (Fram) تھا جسکو نانس (Nensen) نے قطب شمالی کی طرف بہاؤ پر چھوڑ دیا تھا۔ امنڈسن کو یہ بھی معلوم تھا کہ کپتان اسکاٹ بھی قطب جنوبی کی مہم پر روانہ ہوا ہے۔ تمام دنیا کے لوگ ان دونوں سیاحوں کے کارناموں پر نظر لگائے ہوئے تھے۔

امنڈسن جنوبی امریکہ کے مشرقی ساحل سے ہوکر خلیج ہوئیلس (Bay of Whales) میں ۱۴ ر جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو لنگر انداز ہوا۔ اسوقت کپتان اسکاٹ کی جماعت کوہ ایریبس (Erebus) کے دامن میں خیمہ زن ہوئی

تھی جو قلیچ ہوئیلس سے ۳۵۰ میل جانب شرق ہے۔ جب موسم بہار آیا تو امنڈسن چار آدمی۔ چار برفستانی گاڑیاں اور ۵۲ کتے ساتھ لے کر ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو کپتان اسکاٹ کی روانگی سے ۷ دن پہلے قطب جنوبی کی جانب روانہ ہوا۔ ناروے والوں کی اس جماعت کو مناسب موسم اور مخصوص برف ملی۔ اسلئے باوجود اسکے کہ پہاڑی سلسلوں پر چڑھنے میں اُن کے ساتھ کے چند کتے ضایع ہو گئے پھر بھی ۱۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو قطب جنوبی پر پہونچ گئے اور اس مقام پر اُنھوں نے خیمہ نصب کیا اور اُس پر ملک ناروے کا جھنڈا اور فرام جہاز کا پھریرا بلند کر دیا۔ اُنھوں نے قطب جنوبی کے چاروں طرف کے علاقے کا نام شاہ ناروے کے نام پر ممالک ہیکن ہفتم (Haakau VII Land) رکھا اور اپنے خیمے کے اندر کچھ کاغذات اور ایک چٹھی کپتان اسکاٹ کے لئے اس غرض سے چھوڑ گئے کہ مبادا وہ صحیح سلامت ناروے نہ پہونچ سکیں تو کپتان اسکاٹ اس چٹھی کو ہیکن ہفتم شاہ ناروے کی خدمت میں پیش کر دے۔
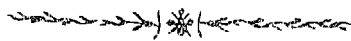
کپتان اسکاٹ کی قطب جنوبی سے واپسی

امنڈسن کے قطب جنوبی پر پہونچ جانے سے کپتان اسکاٹ کے دل میں نہ حسد پیدا ہوا نہ مایوسی چنانچہ اُسکے روزنامچے سے اسکے فراخدلی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ مختصر یہ کہ اوائل جنوری ۱۹۱۲ء کو کپتان اسکاٹ نے مع اپنے ہمراہیوں کے واپسی کا قصد کیا۔ لیکن اُسے جن دقتوں کا سامنا ہوا اُن کا اتفاق شاید ہی کسی سیاح کو کبھی پیش آیا ہو۔ غور کرو کہ اس کے گرد و پیش صدہا میل تک نہ کسی ذی روح ہستی کا پتہ تھا اور نہ کسی آبادی کا نام و نشان۔ ہر طرف برف کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ تند و تیز ہوا کے جھونکے برف کے ٹکڑوں کو اُڑا اُڑا کر آنکھ اور چہرے کو مجروح کر رہے تھے۔ ساتھ کی برفستانی گاڑیوں کا کھینچنا طوفان اور آندھی میں سخت دشوار ہو رہا تھا اس لئے رفتار بھی نہایت سست تھی۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ جسمانی طاقت جواب دینے لگی۔ کپتان اسکاٹ اپنے روزنامچہ میں ایک جگہ لکھتا ہے:۔

ایونس بیچارہ بے انتہا تھک گیا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں

چھالا پڑ گیا۔ برف کے ٹکڑے جو ہوا میں اُڑ رہے ہیں اس سے اسکا چہرہ زخمی اور اُسکی ناک خون آلودہ ہو گئی ہے۔ وہ بیحد رنجیدہ ہے۔ یہ کچھ اچھے آثار نہیں ہیں۔ اوٹس (Oats) کا پاؤں سردی سے بیکار ہوا جاتا ہے۔ ہملوگ اپنے ڈپو سے تیرہ میل کے فاصلے پر ہیں امید ہے کہ کل تک وہاں پہونچ جائیں۔

مگر افسوس دوسرے دن بھی اسی طرح انھیں طوفان سے سابقہ ہوا۔ اور ہر چند کہ انکا ڈپو اس مقام سے سات میل رہ گیا تھا مگر وہ وہیں ٹھہرنے کے لئے مجبور ہو گئے اس لئے کہ طوفان اور آندھی میں انھیں راستہ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ اور جب کہ برف کی زیادتی اور طوفان کی شدّت سے وہ راستہ بھی بھول گئے تو بھوک اور سردی کے باعث انھیں خیال ہوا کہ اب موت قریب ہے۔ انھیں روزانہ ۸ میل کا سفر کرنا ہوتا تھا انھوں نے حساب لگا کر خیال کیا کہ اگر برفستانی طوفان کا یہی عالم رہا تو دوسرے ڈپو تک اُن کا پہونچنا قطعاً ناممکن ہوگا اور وہ یقیناً تھک کر بھوک کے مارے کہیں راستے ہی میں مر جائینگے لیکن ۲۰؍ جنوری کو موسم کچھ

بہتر ہوگیا اور راستہ بھی اچھا مل گیا چنانچہ وہ اتوار کے دن سے
۱۷ میل روزانہ کے حساب سے قطع مسافت کرنے لگے کپتان
اسکاٹ اپنے روزنامچہ میں اس موقع پر لکھتا ہے کہ:

"اگر موسم اسی طرح صاف رہا تو ہم لوگ اپنے آئیندہ ڈپو پر
بہت جلد پہونچ جائینگے ہم لوگوں کی بھوک ترقی پر ہے اور
روز بروز ہم سب تیلے ہوتے چلے جا رہے ہیں - آپس میں
کھانے پینے کا تذکرہ بڑے شوق سے ہو رہا ہے - کاش ہم جلد
ڈپو پر پہونچ کر کھانے کے ٹن کھولنے کی مسرت حاصل کریں گے"
اسکے بعد دو روز ان کا سفر نہایت خاطر خواہ رہا - لیکن
اب دوسری مصیبت کا سامنا ہوا - وہ یہ کہ ولسن کے
پاؤں میں موچ آگئی - اس کے معنی یہ تھے کہ وہ ہمراہیوں
کے ساتھ ساتھ چلنے سے مجبور ہوگیا -

ایونس بیچارے کے پہلے ہی ہاتھ میں چوٹ آگئی تھی -
کپتان اسکاٹ کا کندھا بھی گرنے سے زخمی ہوچکا تھا -
اسپر خوراک کی کمی تاہم سب لوگ کسی نہ کسی طرح گھسٹتے ہوئے
چلے جارہے تھے - اسی حالت میں ایونس ایک برف کی
دراڑ میں گر پڑا جس سے اسکے سر میں چوٹ آگئی - لیکن تاہم

وہ لوگ باوجود تھکن اور سردی کے قدم بڑھاتے ہی جاتے تھے۔

کبھی کبھی اُن کی نظر آسمان پر جاتی تھی وہ دیکھتے تھے کہ برف آہستہ آہستہ پڑ رہی ہے باوجود سخت محنت و گرم رفتاری کے پھر بھی اُن کے چاروں طرف برف کا ایک بے پایاں میدان نظر آتا تھا۔ کبھی انہیں خیال ہوتا کہ اب تمام کوششیں بے سود ہیں۔ ہم لوگ شاید ایک ایسی دنیا میں پہونچ گئے جہاں برف کے سوا کوئی اور چیز موجود نہیں یا تو ہمارا دماغ بیکار ہوگیا یا اب اس دنیا سے چھٹکارا محال ہے۔ لیکن وہ ایک پیالی چائے اور چند بسکٹ کھا کر پھر تازہ دم ہو جاتے اور باہم ہنسی مذاق کرکے طبیعت کو ڈھارس دیتے ہوئے پھر تیزی سے روانہ ہو جاتے۔

اوٹس کی موت

اوٹس بیچارے کی حالت بہت بدتر ہوتی جا رہی تھی اسکو چلنا دشوار ہو رہا تھا اسلئے اُس کے ہمراہیوں نے اُسے ساتھ کی برفستانی گاڑی (سلیج) پر بٹھا کر کھینچنا شروع کیا

اسوقت کم سے کم ۹ میل روزانہ کی رفتار سے انھیں چلنا
چاہیئے تھا خالی گاڑیوں کو کھینچنا مشکل ہو رہا تھا نہ کہ اب
ان پر اوینس کا بھی وزن بڑھ گیا پہلے چلنا دشوار ہو رہا تھا
اب ناممکن ہو گیا۔ لیکن اوینس نے آخرکار برفستانی گاڑی پر
چلنے سے انکار کر دیا۔ کپتان اسکاٹ نے اسکو پکڑکر پھر سیلج پر
بٹھانا چاہا۔ لیکن دیکھا تو اس کی حالت بہت ہی ردی تھی بڑی
مشکل سے سب لوگوں نے اسکو برفستانی گاڑی پر بیٹھایا۔
وہ خیمے تک پہنچے ہی ہونگے کہ بیچارے اوینس کی روح
پرواز کر چکی تھی۔ یہ واقعہ ۱۷ فروری ۱۹۱۲ء کا ہے۔ اب
پھر کچھ حالت بہتر ہو گئی۔ سامان خوراک جو وہ ڈپو میں چھوڑ
گئے تھے سب مل گیا۔ اب ان کو امید ہو گئی کہ آگے چلکر انھیں
کتے بھی مل جائینگے جو برفستانی گاڑیاں کھینچیں گے اور اب
انھوں نے روزانہ ساڑھے گیارہ میل چلنے کا ارادہ کیا۔
اور اس کے بعد گویا ایک تازہ روح انمیں عود کر آئی لیکن کچھ
دور چلنے کے بعد پھر دشواریاں محسوس ہونے لگیں۔ برفستانی
میدان میں بڑے بڑے برف کے ٹکڑے جابجا پھیلے ہوئے
تھے اپنر سے گاڑیوں کا کھینچنا سخت مشکل ہو گیا چنانچہ

کپتان اسکاٹ اپنے روز نامچے میں لکھتا ہے کہ:-

"خدا ہماری مدد کرے۔ ہم تو اب یہ گاڑیاں کسی طرح نہیں کھینچ سکتے۔" ۱۴ مارچ تک اُنکے ساتھ کی کل خوراک ختم ہو گئی۔ صرف ایک پیالہ کوکو اور تھوڑا سا خشک گوشت باقی رہگیا تھا۔ اب ان جانبازوں کی مختصر سی جماعت کے ایک شخص کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی یہ اوٹس (Oats) تھا۔ اسکی چھ اُنگلیاں پالے کی وجہ سے بیکار ہو چکی تھیں چہرے پر موت کی سفیدی نمایاں ہونے لگی۔ اوروں کی حالت بھی اس درجہ خراب ہو رہی تھی کہ وہ بہت ہی مشکل سے اسکی کچھ مدد کر سکتے تھے۔ کپتان اسکاٹ اس موقع پر اپنے روز نامچے میں لکھتا ہے کہ:-

افسوس ہم لوگ ایک دوسرے کی زیادہ مدد نہیں کر سکتے۔ ولسن کسی طرح اوٹس (Oats) کے پاؤں کا کچھ انتظام کر رہا ہے۔"

اوٹس کی موت

لیکن افسوس کہ کپتان اسکاٹ کے اس اندراج کے

بعد ہی اوٹس کی حالت زیادہ بگڑنے لگی۔ اور اب اسکا چلنا سخت دشوار ہو گیا۔ خوراک کی قلت اور برف باری کی شدت سے مجبور اسے کوچ کا کام بند کرنا پڑا۔ اوٹس نے اپنے دونوں ہمراہیوں سے کہا کہ تم لوگ مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میری وجہ سے تم لوگوں کا چلنا بھی دشوار ہو رہا ہے۔ تم اگر مجھے چھوڑ دو تو بہت جلد "ون ٹن ڈپو" پر پہونچ جاؤ گے جہاں گاڑیاں پہنچنے کے لئے تمہیں کتے بھی مل جائیں گے اور پھر بہت آسانی سے تم لوگ مکان پہونچ جاؤ گے۔ لیکن اگر تم میری وجہ سے گھسٹ کر یہاں سے چلے تو پھر تمہارا بھی خاتمہ کر دیگی۔ دونوں ہمراہیوں نے اوٹس کی یہ باتیں سنیں اور گردن ہلا کر خاموش ہو گئے۔

رات کو چاروں آدمی خیمے میں سو گئے۔ اوٹس کو یہ خیال تھا کہ آج رات کی نیند آخری نیند ہے اور اب اسکے بعد شاید پھر کبھی جاگنا نصیب ہو۔ لیکن باوجود انتہائی ضعف کے خلاف امید وہ صبح کو جیتا جاگتا اٹھا۔ خیمے کے باہر قستانی طوفان کا شدید زور تھا۔ اس نے خیال کیا کہ مجھ سخت جان کو موت تو آتی ہی نہیں ہے۔ لہٰذا

اپنے ساتھیوں پر بلا وجہ بار ہو رہا ہوں۔ میری ہی وجہ
سے وہ اپنی پوری رفتار سے سفر نہیں کرسکتے اسلئے وہ خود
جان دینے کے لئے خیمے سے باہر طوفان میں نکل گیا اور
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھیوں سے چھوٹ گیا
یہ واقعہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۱۳ع کا ہے۔

کپتان اسکاٹ اور اُسکے ساتھیونکا خاتمہ

اب کپتان اسکاٹ مع اپنے دو ہمراہیوں کے باقی
رہگیا۔ ون ٹن ڈپو اس مقام سے ۲۱ میل باقی رہگیا تھا۔ جہاں
خوراک ایندھن اور ہر قسم کا سامان راحت موجود تھا۔ مگر افسوس کہ
وہاں پہونچنا اُنکی قسمت میں نہ تھا اُنکے پاؤں جواب دے رہے تھے
اور اُنکی رفتار بالکل ہی سست ہو رہی تھی بالآخر جب اُنکا ڈپو صرف
ساڑھے گیارہ میل رہگیا تو اُنھوں نے خیال کیا کہ اب امید بالکل ہی
فضول ہے۔ برفستانی طوفان نے مثل ایک ظالم غنیم کے اُنکے
خیمے کو گھیر لیا۔ خوراک تو خیر اُنکے پاس دو روز کی باقی تھی مگر
ایندھن بالکل ختم ہو گیا تھا آخر تنگ آکر مثل چھوٹے بچّوں کے
اُنھوں نے وہ خوراک بھی پھینک دی اور مرنے کے لئے

اپنے خیمے میں لیٹ گئے۔

ماسٹر مدن - تو پھر وہ سب لوگ مر گئے؟

تاؤجی - ہاں۔

ماسٹر مدن - تو پھر یہ سب حال کیسے معلوم ہوا؟

تاؤجی - اسکے کئی مہینے کے بعد جب کپتان اسکاٹ اور اسکے ساتھیوں کی کوئی خبر نہ ملی تو اُنکی تلاش میں ایک دوسری جماعت روانہ ہوئی۔ اب لوگوں کو کپتان اسکاٹ ڈاکٹر ولسن اور لفٹننٹ باورس کی لاشیں اس طرح ملیں کہ کپتان اسکاٹ کا ایک بازو ولسن کے گلے میں تھا اور اُسکی بغل میں تین نوٹ بک (یادداشت کی کتابیں) دبی ہوئی تھیں۔ انھیں یادداشت کی کتابوں میں اسکا روزنامچہ بھی تھا جسمیں اُس نے اپنے روزانہ حالات قلمبند کئے تھے۔ اسکے علاوہ کچھ خطوط بھی تھے جو اُس نے مرتے وقت اپنے دوستوں اور عزیزوں کے نام لکھے تھے۔

ماسٹر مدن - کپتان اسکاٹ نے مرتے وقت معلوم نہیں کیا کیا لکھا ہوگا۔

تاؤجی - میں تمکو اُسکی چند تحریروں کا خلاصہ سناتا ہوں۔

(۱) ۲۹ مارچ ۱۹۱۲ء - ۲۱ تاریخ سے طوفان زوروں پر ہے ۲۰ کو ہمارے پاس صرف اسقدر ایندھن تھا کہ بمشکل دو پیالی چائے اور دو دن کا معمولی کھانا تیار کرسکیں - ہم لوگ روز خیمے سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں مگر طوفان کی شدت سے ہمت نہیں پڑتی - ہم لوگ بے انتہا کمزور ہوگئے ہیں - اور اب خاتمہ کچھ دور نہیں ہے - (اسکاٹ کے روزنامچے سے)

---

(۲) "پیارے دوست رخصت! مجھے اپنی موت کی کچھ پروا نہیں ہے - ممکن ہے کہ میں بہت بڑا سیاح نہ ثابت ہوں لیکن تاہم ہم لوگوں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی ہے - اب ہم بالکل بے بس ہوگئے ہیں - پاؤں بالکل سرد پڑچکے ہیں ایندھن ختم ہوچکا ہے - سامان خوراک یہاں سے دور ہے چار دن سے برابر طوفان بپا ہے - ہم لوگ خیمے میں پڑے ہوئے ہیں - نہ غذا ہے نہ ایندھن ہے - اے میرے پیارے دوست! میں اب دنیا سے جارہا ہوں - میرے اہل و عیال کا خیال رکھنا" (ایک دوست کے خط سے)

---

(۳) "ہملوگ بیحد کمزور ہوگئے ہیں۔ لکھنا بھی دشوار ہو رہا ہے۔
لیکن جہانتک میرا تعلق ہے میں اس سفر پر متاسف نہیں ہوں
کم از کم اس سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز سختیاں برداشت
کرسکتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و ہمدردی کرسکتا
ہے۔ اور موت کے وقت کافی اطمینان و سکون سے جان دے سکتا ہے
ہملوگ جان بوجھ کر خطرے میں پڑے تھے اسلئے کوئی وجہ شکایت
کی بھی نہیں ہے ہم سے جو ہوسکا وہ ہم نے کیا اور اب ہم کو چاہئے
کہ قادر مطلق کے مرضی پر سر اطاعت خم کردیں"